وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

یہ رنگ کچے نہیں

فائزہ افتخار

یہ رنگ کچے نہیں

فائزہ افتخار

علم وعرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور
فون: 37352332-37232336

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

یہ رنگ کچے نہیں

''سنو، میں کون کون سے ڈریسز رکھوں؟'' خولہ نے الماری میں سر گھسائے ہوئے پوچھا۔

''رکھ لو کوئی سے بھی۔''

وہاں بے زاری کا وہی عالم تھا جو ہر چھٹی پہ اسلام آباد جاتے ہوئے ہوا کرتا تھا۔

''یہ ٹھیک ہیں؟'' اس نے دو تین ہینگرز لہرا کے دکھائے۔

''ہاں ٹھیک ہیں۔''

اس نے بغیر دیکھنے کی زحمت کیے جان چھڑائی جس پہ خولہ کو تاؤ آ گیا۔

''دیکھے بغیر کیسے پتا چل گیا کہ ٹھیک ہیں؟''

''ہزار بار تو دیکھے ہیں۔'' وہ چڑ کے بولی تو خولہ کو نئی فکر لگ گئی۔

''ہزار بار...؟ واقعی یار! یہ تو بہت پرانے ہیں۔ ایگزامز کے خوف نے اور کچھ کرنے ہی نہیں دیا۔

...سے نہ مارکیٹ کا چکر لگایا، نہ کوئی نئے ڈریسز بنوائے۔ چلو آؤ، کسی بوتیک تک ہو کر آتے ہیں۔ کم از کم دو دو

...وٹ تو ہونے چاہئیں۔''

''خولہ! میں تمھیں کتنی بار بتاؤں، میری خالہ وہاں بالکل اکیلی رہتی ہیں۔ ان کا کوئی جوان بیٹا نہیں

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ہے، اس لیے تمہاری یہ سب تیاریاں بے کار جائیں گی۔ جو ہے وہی رکھ لو۔ بوتیک میں پیسے ضائع کرنے سے کچھ نہیں ملے گا۔"

"تو تمہارا خیال ہے میں....میں...." غصے کے مارے اس سے بات مکمل نہ ہوئی۔

"دماغ مت کھاؤ میرا۔ ایک تو ویسے ہی وہاں جانے کے خیال سے میرا موڈ آف ہو جاتا ہے۔ پتا نہیں کیا ماما پاپا کو بھی، کتنی لڑکیاں ہاسٹل میں مزے سے چھٹیاں بھی گزار دیتی ہیں مگر مجھے جانا پڑتا ہے اپنی خونخوار خالہ کے پاس۔ اس سے تو اچھا ہے، میں کوئی چھوٹی موٹی واردات کر کے چند دن حوالات کی سیر کر آیا کروں۔"

"ڈونٹ وری۔ پہلے وہاں تنہائی کی وجہ سے بوریت ہوتی ہوگی تمہیں۔ اس بار تو میں بھی جا رہی ہوں پھر فکر کی کیا بات ہے؟"

خولہ کی اس بات پہ اس نے بے زاری سے اس کے کھلے کھلے چہرے کو دیکھا۔

"تب ہی تو اصل فکر والی بات ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے پنجے تیز کیے۔ "ایک تو میں تمہارے اکیلے پن کی وجہ سے اپنا گھر چھوڑ کے یہ دو ہفتے، چھٹیوں کے یہ پندرہ سہانے دن تمہاری سڑی بسی خالہ کے ہاں اس سوئے ہوئے شہر اسلام آباد میں ضائع کرنے جا رہی ہوں، اس پہ بھی تم بجائے میرا احسان ماننے کے ٹکے ٹکے کی باتیں سنا رہی ہو۔"

"اس لیے کہ ابھی تک میرے بھیجے میں یہ بات نہیں سما رہی کہ تم کسی کی ذات پہ احسان کرنے والی تو نہیں پھر اس مہربانی کی وجہ؟ کیا دبا ہوا ہے اسلام آباد میں جو نکالنے جا رہی ہو؟"

"تمہارا سر۔"

خولہ نے ہاتھ میں پکڑا ٹریول بیگ نیچے پھینکا۔ پاؤں کی ٹھوکر سے اسے دوبارہ بیڈ کے نیچے دھکیلا اور بیڈ پہ رکھے ہینگ کیے ہوئے کپڑے واپس الماری میں اٹکانے لگی۔

سدرہ کی جان پہ بن آئی۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟"

"وہی جو تم چاہتی ہو۔ جب سے آئی ہو، مسلسل یہی کوشش کر رہی ہو کہ کسی طرح مجھے جانے سے روک سکو۔ اب تو مجھے بھی یہی شک ہو رہا ہے کہ اسلام آباد میں تمہارا ایسا کیا دبا ہوا ہے جس کے بارے میں تمہیں ڈر ہے کہ وہ میں نہ نکال لوں۔"

"میں تو مذاق کر رہی تھی یار!" اس نے مرے مرے لہجے میں کہا۔

اکیلے وہاں پندرہ دن گزارنے کے خیال سے ہی تکلیف ہو رہی تھی۔ جب بھی گئی کسی نہ کسی ویک اینڈ پہ گئی یا زیادہ سے زیادہ تین چار دن گزار لیے۔ ظاہر ہے چھٹیوں میں ہاسٹل میں رہنے کی نہ کوئی تک سمجھ میں آتی نہ اس کا اتنا حوصلہ تھا کہ اکیلی بڑے سے اور اونچی چھت والے کمرے میں دن رات گزار سکے۔ زیادہ لمبی چھٹیوں میں تو وہ ماما پاپا کے پاس چلی جایا کرتی تھی۔ اس بار ان کا عمرے پہ جانے کا ارادہ تھا، اس لیے اسے پاکستان میں ہی رہنے اور خالہ کے پاس اسلام آباد جانے کا آرڈر ملا تھا۔ اس نے اپنا مسئلہ واحد غم گسار دوست خولہ سے شیئر کیا تو وہ تو جیسے تیار بیٹھی تھی۔ فوراً ساتھ جانے کو راضی ہو گئی اور یہی بات سدرہ کو مسلسل شک میں مبتلا کر رہی تھی، ورنہ بات تو بہت اطمینان بخش تھی کہ اس بور ترین گھر میں بور ترین خالہ کے ساتھ پندرہ دنوں کی سزا میں یہ خوشگوار رعایت۔

اسی لیے اس کی ناراضگی پہ خلافِ عادت اسے منانے بیٹھ گئی۔

"ذرا ذرا سی بات مائنڈ کر جاتی ہو۔ میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ میرا مطلب تو یہ تھا..."

"مطلب کوئی بھی ہو، یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم بے حد مطلبی ہو۔" اس نے الماری زور سے بند کر کے اپنا غصہ ظاہر کیا۔

"تو تم نہیں چل رہی ہو میرے ساتھ؟"

"یہ کس نے کہا؟" وہ اطمینان سے لیٹ کر ٹانگیں ہلانے لگی۔

عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام وقار

"تو پھر پیکنگ؟"

"وہ تم کروگی۔" اس کی آنکھوں میں اکیلے جانے کے خیال سے جو خوف نظر آرہا تھا، وہ خولہ کو نخرے دکھانے پر اکسانے لگا۔

☆☆☆

"مجھے ایسے لگ رہا ہے یہ ریلا مجھے کچلتا ہوا آگے بڑھ جائے گا۔" سدرہ نے خولہ کی اوٹ میں ہوتے ہوئے سہم کر کہا۔

"کیا میرے پیچھے گھستی جا رہی ہو، سیدھی چلو۔"

ہاتھ تو اس کے دونوں ہی فارغ نہیں تھے، بھاری بیگز جو اٹھا رکھے تھے، کہنی مار کے اسے "راہِ راست" پہ لانے کی کوشش کی۔

"سیدھی ہی چلنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر کوئی نہ کوئی دھکا دے کر یہاں سے وہاں کر دیتا ہے اور تم یہ بیگز کسی قلی سے نہیں اٹھوا سکتی تھیں، کنجوس مکھی چوس۔ بیس پچیس روپے ہی لے گا نا! میں دے مر لیتی، ان بیگز کو اٹھا کے چلنا کتنا مشکل ہے۔ توبہ۔"

"اور تمہارے ساتھ ہوتے ہوئے کسی بھی قلی کے ساتھ چلنا اور بھی مشکل۔"

وہ تو ایک نہیں دو دو بیگز اٹھائے ہوئے تھی، کاندھے پہ پانی کا تھرماس، شولڈر بیگ اور ہاتھ میں رول کیا ہوا میگزین بھی، اس لیے ہانپتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ دھاڑی۔

"یعنی میں..... میں... سدرہ خواجہ اتنی گئی گزری ہوں کہ قلی پہ بری نظر ڈالوں گی۔"

"یہ تمہارے دل کا چور داڑھی کا تنکا ہے، ورنہ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ وہ دیکھو جو بھی قلی نظر آرہا ہوگا تمہیں، ذرا اس کی اسپیڈ چیک کرنا۔ سامان اٹھا کے بھاگ رہے ہیں جیسے اور پیچھے پیچھے سامان کے

مالک۔ اب تم اپنی دھکا اسٹارٹ اسپیڈ پہ غور کرو۔ تمہیں ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کرتی یا قلی کے پیچھے جاتی۔ پتا ہی نہیں چلنا تھا کہ وہ سامان لے کر کہاں دفع ہوا تھا۔

مطلوبہ پلیٹ فارم پہ پہنچ کر اس نے زمین پہ بیگ رکھے اور اپنے بازو سہلانے لگی۔

"تمہیں پتہ نہیں کیا تکلیف تھی جو ریلوے اسٹیشن کے مست نظارے دیکھنے یہاں آمری ہو۔ ڈائیوو کا اسٹاپ ہمارے ہاسٹل سے صرف دس منٹ کی ڈرائیو پہ تھا۔ آرام سے پہنچ جاتے وہاں اور مزے سے پُرسکون سا سفر کرتے، ٹھنڈا ٹھنڈا۔"

"یہاں بھی ہم ٹرین کے ڈنڈے سے لٹکتے ہوئے نہیں جائیں گے۔ نہ دھوپ میں جلتے۔ فرسٹ کلاس کی ٹکٹ لی ہے میں نے۔ ڈائیوو سے زیادہ آرام دہ سفر ہوگا۔"

"لگتا تو نہیں۔ یہ رش دیکھ رہی ہو تم۔ لگتا ہے سارے کا سارا لاہور گھر سے تنگ آیا ہوا ہے۔ میں اتنی بھیڑ بھاڑ میں ہرگز سفر نہیں کرسکتی۔ ابھی بھی وقت ہے، چلو واپس چلتے ہیں۔ پانچ بجے والی ڈائیوو میں بیٹھ جائیں گے۔"

"چپ کر کے کھڑی رہو اور اگر جانا اتنا ہی ضروری ہے تو اکیلی جاؤ۔ مجھ سے نہیں ہوتا بسوں کا سفر۔ پانچ گھنٹوں کے لیے بندھ کے بیٹھ جاؤ اور فکر مت کرو، یہ سارے کا سارا ہجوم ہمارے ڈبے میں ہمارے ساتھ سوار ہو کے اسلام آباد نہیں جانے والا۔ اس پلیٹ فارم پہ اور بھی ٹرینیں آئیں گی جو دوسرے کئی شہروں تک جاتی ہیں، سمجھی۔ لو، وہ آگئی ہماری ٹرین۔"

اسے جھاڑ پلاتے پلاتے اس نے ایک نعرہ بلند کیا اور دوبارہ سے بیگز اٹھا کے لپکی۔

"ارے..... ٹرین رکنے تو دو....."

اسے تقریباً بھاگتے دیکھ کے سدرہ نے پکارا۔

"میں بھی چلتی ٹرین میں نہیں چڑھنے والی مگر جلدی کرو، آٹھ نمبر بوگی بہت آگے جا کے رکنے

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

والی ہے۔"

☆☆☆

"شاہ رخ...! کمرہ ٹھیک کر دیا؟"

"کر لیتا ہوں جی...اتنی جلدی کیا ہے۔ تم سے مل کر دل کا ہے وہ حال کیا کریں۔ ہو گیا ہے کیسا یہ کمال کیا کریں۔ دھن دھنا، دھن دھنا...."

بات کرتے کرتے وہ اس روانی سے گلوکاری کے مظاہرے پہ آجایا کرتا تھا کہ سامنے والا بوکھلا کے رہ جائے۔ دو سال سے حبیبہ کے ساتھ تھا لیکن اب تک وہ اس کے پینترا بدلنے والی عادت سے سمجھوتہ نہ کر پائی تھی۔

"بند کرو اپنی یہ دھن دھنا دھن۔ جو کہا ہے وہ کرو، ٹرین چل بھی پڑی ہوگی۔ تین بجے کا وقت تھا"

"تو نکلی تو چار ساڑھے چار ہوگی۔ نو ساڑھے نو تک اسٹیشن پہنچے گی۔ راولپنڈی اسٹیشن سے ادھر تک کا راستہ ٹیکسی پہ پینتیس منٹ کا ہے مگر ٹیکسی ملنے اور بھاؤ کرنے میں پندرہ بیس منٹ اور لگیں گے۔ رات کا وقت، دو لیڈیز۔ ہر ٹیکسی والا دو سو کے بجائے چار سو مانگے گا۔ تین سو پہ معاملہ سیٹ کرتے کرتے سوا دس تو وہیں بج جانے ہیں۔ گیارہ بجے کے قریب وہ آئیں گی بھی تو بے چاریوں کے پیٹ بھوک سے ساتھ لگے ہوں گے۔ پہلے وہ کھانے سے دو دو ہاتھ کریں گی۔ نہ کہ اپنا کمرہ دیکھنے جائیں گی کہ سیٹ ہوا ہے یا نہیں، اس لیے مجھے سکون سے چاول دم دینے دیں۔ وہ زیادہ ضروری ہیں۔ یہ تارہ، وہ تارہ.... ہر تارا...." وہ گنگناتے ہوئے پچے میں جھانکنے لگا۔

"تارے تو میں دکھا دوں گی تمہیں۔ وہ بھی دن میں۔"

حبیبہ نے اسے مارنے کے لیے کوئی تگڑی سی چیز ڈھونڈنے کے لیے نظریں گھمائیں۔ شاہ رخ نے کمال پھرتی اور مہارت سے بیلنا سائیڈ میں کیا۔

"اتنی لمبی بات کرنے کا وقت ہے تمہارے پاس مگر وقت پہ کام نہیں ہو سکتا۔ ایک چاول ہی تو پکانے تھے مگر تین گھنٹے سے کچن سے چپک کر بیٹھے ہو۔ اتنی دیر میں تو دس چیزیں پک جائیں۔"

"دس...؟" اس نے حیرت سے دہراتے ہوئے اور قہقہہ لگایا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دس کھانے وہ بھی اس گھر کے کچن میں اور وہ بھی آپ کی زندگی میں کبھی الوداع نہ کہنا۔ کبھی الوداع....نہ کہنا۔"

"میرا خیال ہے تمہاری بدتمیزیوں، کام چوریوں اور ہڈحرامیوں کا گراف اگر ایسے ہی بلند ہوتا رہا تو تمہیں الوداع کہنا ہی پڑے گا مسٹر شاہ رخ!"

"آپ نے اتنے سارے الزام لگا کے میرے غصے کو ضرور جگایا ہے اور غیرت کا تقاضہ ہے کہ میں ابھی اسی وقت یہ نوکری چھوڑ دوں مگر وہ جو بعد میں آپ نے اتنے پیار سے مسٹر کہہ کے میرا نام لیا ہے نا، اس سے سارا غصہ اتر گیا ہے۔ متوا انھیں دھڑکنیں تجھ سے کیا۔"

حبیبہ تلملاتی ہوئی کچن سے نکل گئی۔

"عجیب عذاب مول لیا ہے میں نے اسے ملازم رکھ کے۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے میں نے اسے ملازم رکھا ہے یا اس نے مجھے مالکن رکھ لیا ہے۔ نالائق۔ میں خود ہی دیکھ لیتی ہوں۔"

ویسے تو اتنے اہتمام کی قائل نہ تھی۔ وہ بھی ایسے مہمان کے لیے جس نے مہینے میں ایک آدھ بار تو ضرور ہی ٹپکنا ہوتا ہے۔ یوں بھی سدرہ زیادہ سے زیادہ تین دن کے لیے آتی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں ہی اسے ٹھہرا لیتی لیکن ایک تو اس بار اس کا قیام تقریباً دو ہفتے کا تھا، دوسرا اپنے ساتھ اپنی کسی دوست کو بھی لا رہی تھی۔ دو ہفتوں تک تو حبیبہ اپنے سائے کو بھی اپنے ساتھ برداشت نہ کرے۔ یہ تو پھر دو لڑکیاں تھیں۔

☆☆☆

"سخت بھوک لگی رہی ہے یار!"

وقار عظیم--پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"توبہ... پیٹ ہے تمہارا یا کہ کوئی اندھا کنواں۔ جو بھی ڈالو وہ گم ہو جاتا ہے۔ بیکری سے پیک کرائے چکن رولز اور ڈرم اسٹکس بھی تم نے ٹھونس لیں، ٹرین میں ملے سینڈوچز اور پیسٹری بھی ہڑپ کر بیٹھی ہو اور کبھی چپس کا پیکٹ، کبھی نمکو، کا، کبھی پی نٹس کا۔ مسلسل چرتی جا رہی ہو، اس کے باوجود بھوک لگی ہے۔ اب تو میں بچی ہوں، مجھے کھا لو۔"

سدرہ نے دانت پیستے ہوئے مقدور بھر ہلکی آواز میں کہا۔

"میں نے کھانا کھانا ہے۔ سر درد کی دوا نہیں۔"

خولہ نے اسے گھورا اور پھر سے شاپنگ بیگ میں ہاتھ مارنے لگی۔

"بسکٹس بھی تو رکھے تھے، یہ رہے۔"

اب اس نے بسکٹ کا پیکٹ کھولا اور اکٹھے تین چار نکال لیے۔

"خولہ! ذرا خود پہ کنٹرول رکھو۔ کس قدر زیادہ ٹھونسنے لگی ہو تم۔" سدرہ نے اسے کتر کتر بسکٹ کھاتے دیکھ کے ناگواری سے کہا۔

"کچھ نہیں ہوتا۔ میں تمہاری طرح ڈھیلا خمیری آٹے جیسا اسٹرکچر نہیں رکھتی جو ذرا سا کھایا اور آؤٹ آف شیپ ہو گئے۔ نہ ہی تمہاری طرح بستر پہ ڈھیر رہتی ہوں۔ پڑھنا بھی لیٹ کر، کھانا بھی وہیں نیم دراز ہو کے۔ میں تو صبح مارننگ واک، شام کو جاگنگ، رات کو واک۔ اس کے علاوہ ہفتے میں تین دن جم جا کے جو گھنٹہ گھنٹہ ایکسرسائز کرتی ہوں، وہ بھی دو ہزار مہینے کے دے کر، ان سب کا کیا فائدہ اگر کھانا بھی پیٹ بھر کے نہ کھا سکیں۔"

"تم کھاتی ہی رہو تو ٹھیک ہے۔" سدرہ سمجھوتا کرنے والے انداز میں بڑبڑائی۔

"مسلسل چرنے کے باوجود تمہارے بولنے کی رفتار یہ ہے تو خالی منہ کتنا بولو گی تم۔"

"ایک بات پوچھوں۔"

"نہیں۔" سدرہ نے دوٹوک جواب دے کر منہ پھیر لیا۔

"میں تمہاری عمر نہیں پوچھوں گی، بے فکر رہو۔"

"میری عمر تمہیں پوچھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اپنی عمر تو پتا ہے نا۔ بس اس سے ڈھائی سال کم لگا لینا۔"

"ڈھائی نہیں، ڈیڑھ..... "ہمیشہ گڑبڑ کرتی ہو تم اور میں تمہاری خالہ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ کیا وہ بہت سخت ہیں؟"

"اوں..." وہ سوچ میں پڑ گئی پھر غیر یقینی سے انداز میں سر ہلایا۔ "ہیں بھی اور نہیں بھی۔ دراصل ان کی سب سے تکلیف دہ اور ناقابلِ برداشت خصوصیت یہی ہے کہ ان کے بارے میں کچھ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ پل میں تولہ، پل میں ماشہ ہوتی ہیں۔ اب اگر کسی کی عادتوں اور مزاج کا پتہ ہو تو ان کے مطابق ایڈجسٹ ہو جانا پھر بھی آسان ہوتا ہے مگر خالہ..... مائی گاڈ... ان کے ساتھ رہنا ایک عجیب وغریب تجربہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی ان کے خوشگوار موڈ کا ساتھ دینے کے لیے تھوڑا ہنس بول لوں تو فوراً اپنے خول میں بند ہو جائیں گی اور مجھے بدلحاظ اور پتہ نہیں کیا کیا کہہ ڈالیں گی کہ تمہارا میرا کوئی مذاق کا رشتہ نہیں، چاہے میں رہو وغیرہ وغیرہ اور پھر ذرا سنجیدہ ہو کے بیٹھ جاؤ تو الگ لیکچر سننے کو ملتا ہے کہ ایسی شکل بنا کے بیٹھنے سے نحوست پھیلتی ہے اور یہ کہ انسان کو ہر دم مسکراتے رہنا چاہیے۔ حالاں کہ کچھ دیر قبل وہ مسکراتے رہنے والوں کی شان میں خاصے کرارے القابات سے انھیں نواز چکی ہوتی ہیں۔ دراصل انھیں خود بھی یاد نہیں رہتا کہ کچھ دیر پہلے انہوں نے کس بارے میں کیا بیان دیا تھا۔"

"عمر کا تقاضا..... اس عمر میں بھول جانے کی بیماری ہو جایا کرتی ہے۔ میرے نانا ابو تو ناشتہ دو دو بار کر لیا کرتے تھے۔"

"میری خالہ تو بھول کے بھی ایسی فضول خرچی نہ کریں اور کچھ یاد رہے نہ رہے انہیں مگر ڈائٹنگ کرنا

یاد رہتا ہے۔'' وہ سخت نالاں نظر آرہی تھی۔

''دیکھو اب پندرہ دنوں تک کیا حال بنتا ہے ہمارا۔''

''کچھ نہیں ہوتا یار!'' خولہ اس کی تشویش کو ذرا خاطر میں نہ لائی۔

''بزرگوں کی سختی میں بھی پیار چھپا ہوتا ہے۔ انہیں ذرا محبت سے ہینڈل کرنا ہوتا ہے اور بس۔''

''بزرگ.... مگر....'' سدرہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ ''چلو ٹھیک ہے، تم ہینڈل کرنا بزرگوار خالہ کو اور بدلے میں دعائیں سمیٹنا۔''

تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سدرہ نے چیلنج دیتے لہجے میں کہا۔

☆☆☆

''واؤ.... کس قدر خوبصورت گھر ہے۔''

خولہ نے ٹیکسی سے اترتے ہی گردن اٹھا کے جائزہ لیتے ہوئے توصیفی جملہ کہا۔

رات بھر کی بارش کے بعد سب کچھ دھلا دھلا نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ سرخ اینٹوں سے بنا یہ اسٹائلش ولا بھی بوگن ویلیا کی گھنی جھالروں سے ڈھکا بے حد شاندار دکھ رہا تھا۔ سرخی مائل آبنوسی گیٹ بھی رات بھر کی ''دھلائی'' کے بعد خاصا لشک رہا تھا، ورنہ عموماً دھول سے اٹا عجیب ہیبت ناک منظر پیش کر رہا ہوتا۔ کھڑکیوں اور دروازوں پہ جھکے سلور پالش کوالے شیڈ بھی الگ شان دکھا رہے تھے۔

''تمہاری خالہ اتنے بڑے گھر میں اکیلی رہتی ہیں؟''

''نہیں، دو چار بھٹکی ہوئی روحوں نے بھی ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔'' ٹیکسی ڈرائیور کے دو نہ تین اکٹھے چار سو روپے مانگ لینے سے وہ چڑی ہوئی لگ رہی تھی۔

''واؤ.... ہانٹیڈ ہاؤس... کتنا رومینٹک لگتا ہے نا۔''

''اب یہ شاہ رخ کہاں رہ گیا؟''

سدرہ بھاری بیگز ٹیکسی سے اتار کے نیچے رکھتے ہوئے بے زاری سے کہہ رہی تھی۔

''شاہ رخ....؟ کون شاہ رخ؟'' خولہ کے کان کھڑے ہوئے۔

''وہی جو فی الحال کہیں نظر نہیں آرہا۔ کھسک گیا ہوگا حسب عادت اور حسب معمول۔ اب تم منہ اٹھا اٹھا کے دیکھنا بند کرو۔ کہیں بھاگا نہیں جا رہا یہ گھر۔ پندرہ دن تک اسی میں قید رہنا ہے۔ یہ اپنے بیگ اٹھاؤ تم۔''

''کس قدر بے مروت ہو تم۔ دیکھا جائے تو مہمان ہوں تمہاری۔ تمہیں میزبانی کے تقاضے پورے کرنے بھی نہیں آتے۔'' خولہ نے اپنے دونوں بیگز اٹھائے اور یوں اندر کی جانب بڑھی جیسے پتہ نہیں کب سے ترسی بیٹھی ہو۔

''خولہ....'' سدرہ نے گھبرا کے پکارا۔ حالانکہ جانتی تھی، یہ تکلف بے کار جائے گا۔ خولہ مزے سے دونوں بیگز کاندھوں پہ لٹکائے اندر داخل ہو رہی تھی۔ سدرہ نے ایک گہری سانس لی اور پورچ میں پڑے بھاری بھرکم بیگ کے ساتھ بکھرے مختلف شاپنگ بیگز اور تھرماس، لنچ باکس، میگزین اور کیمرہ وغیرہ کو دیکھنے لگی۔

''جہیز تو ایسے اکٹھا کر رہی تھی جیسے ان کے بغیر خالہ اسے اندر نہیں گھسنے دیں گی اور اب میرے سر پہ چھوڑ کے خود مزے سے دندناتی ہوئی اندر چلی گئی ہے۔ مصیبت.... کیا پہلے اٹھاؤں۔''

☆☆☆

''تم....'' حبیبہ نے ایک دراز قد، گندمی رنگ اور کھڑے ناک نقشہ والی بیس بائیس سالہ لڑکی کو بیگ اٹھائے بے تکلفی سے اندر آتے دیکھا تو ہاتھ سے ریموٹ رکھ کے اچنبھے سے کھڑی ہوگئی۔

''خولہ....'' اسی وقت باہر سے سدرہ کی آواز پہ اس کی حیرت ذرا کم ہوئی۔

''اوہ.... تم سدرہ کی دوست خولہ ہو؟''

حبیبہ کے چہرے پہ ایک دوستانہ سی مسکراہٹ آئی۔

''جی.... اور آپ....؟''

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

خولہ نے بھی بے حد دلچسپی سے اس بے حد گوری چٹی اور نازک سی لڑکی کو دیکھا جو ستائیس اٹھائیس سال کی عمر کے باوجود ایک عجیب سا ٹھہراؤ اور متانت اپنی شخصیت میں سمیٹے ہوئے تھی۔ لائٹ پنک ہاف سلیوز کی ڈھیلی سی شرٹ اور ٹخنوں سے ذرا اونچا وائٹ ٹراؤزر۔ اسٹریکنگ فارورڈ کٹ والی زلفیں شانوں پہ بکھرائے، سدا کی حسن پرست خولہ کے دل میں اتر رہی تھی۔

''اس قدر ڈھیٹ لڑکی ہو تم۔'' سدرہ بھی جیسے تیسے سارا سامان لادے آ ہی گئی۔

''یہ جو الم غلم اٹھا لائی تھیں راستے میں، اسے لانا کیا میری سزا تھی؟''

''کمال ہے سدرہ! کتنی جھوٹی ہو تم۔ اب مجھے شک نہیں بلکہ یقین ہو رہا ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ لانا ہی نہیں چاہتی تھیں، اسی لیے اپنی چڑچڑی، موڈی اور خوف ناک سی خالہ کے ڈراوے دیتی جا رہی تھیں۔ یہ تو بتایا بھی نہیں کہ وہاں ان عمر رسیدہ، بھلکڑ، خبطی اور غصیلی خاتون کے ساتھ شاہ رخ اور پریتی زنٹا بھی رہتے ہیں۔''

حبیبہ جو اپنے بارے میں ایسے کلمات سن کر نتھنے پھلائے ہوئے سدرہ کے رنگ اڑے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ آخری فقرے پہ چونکی۔ ذرا بے یقینی سے خولہ کی جانب دیکھا جو ''پریتی زنٹا'' کا خطاب دیتے ہوئے بلا شبہ اسے ہی توصیفی انداز میں تک رہی تھی۔

نتھنے جو پھولنے پچکنے کے عمل سے گزر رہے تھے، واپس اپنی اصل حالت میں آئے۔ آنکھیں جو سدرہ پہ شعلے برسا رہی تھیں، نشانہ بدل کے اب خولہ پہ شبنم برسا رہی تھیں۔

''السلام علیکم خالہ!''

سدرہ کے مرے مرے لہجے پہ خولہ نے اپنی تازہ ترین تخلیق کردہ پریتی زنٹا سے نظریں ہٹا کے خالہ جان کی تلاش میں ادھر اُدھر دوڑائیں اور کسی سفید دوپٹے میں لپٹی بھاری بھرکم، تلخ نقوش والی خالہ جان کو نہ پا کے دوبارہ نظریں سدرہ پہ آ ٹھہریں۔ پھر اس کی نظروں کا تعاقب کر کے دوبارہ پریتی زنٹا پہ آ جمیں۔ اس بار نظروں میں تعریف و توصیف کے بجائے حیرت اور بے یقینی تھی۔

''وعلیکم السلام۔'' حبیبہ کے رکھائی سے دیے جواب نے بھی اس حیرت کو کم نہیں کیا۔

''خالہ.... یہ خولہ.... اور خولہ.... یہ خالہ....'' اس نے تعارف کروایا۔

''کتنی بری بات ہے سدرہ باجی! آپ نے اپنی خالہ کا نام بگاڑ رہی ہیں۔ اگر کوئی آپ کو سدرہ کہہ کر بلائے تو آپ کو اچھا لگے گا؟ نہیں نا، تو پھر آپ بھی خالہ شالہ یا خالہ خولہ کہنے کی بجائے خالی خولی خالہ کہیں۔''

''اور یہ....؟'' سدرہ نے دانت کچکچا کے نووارد کو گھورا۔

''یہ شاہ رخ ہے۔''

''شا.... شاہ رخ....'' خولہ صدمے کے مارے فوت ہونے والی ہو گئی۔ اس نے تصور میں سدرہ کے کسی اسمارٹ سے کزن کا خاکہ کھینچ رکھا تھا جبکہ سامنے کھڑا سولہ سترہ سال کا منحنی سا، چنی منی آنکھوں والا، سیاہی مائل رنگت پہ دو چٹے دودھ جیسے دانت موٹے سرمئی ہونٹوں پہ رکھے اس تصوراتی خاکے پہ کوئلے سے لکیریں کھینچ رہا تھا۔

''کس کا ہے یہ تم کو انتظار.... میں ہوں نا....''

سائیں سائیں کرتے کانوں میں کہیں دور اس کی سریلی تانیں ابھر رہی تھیں۔

☆☆☆

''عجیب چکر ہے یہاں۔ خالہ پریتی زنٹا نکل آتی ہے شاہ رخ ایڈی مرفی کا بچپن۔''

''تمہیں کس نے کہا تھا بغیر سوچے سمجھے بک بک کرنے کو۔ اب دیکھنا خالہ کیا حشر کرتی ہیں میرا۔''

کمرے میں آ کے دونوں ایک دوسرے پہ اپنی بھڑاس نکال رہی تھیں۔

''بس کرو، اب تو پھینکنا بند کر دو۔ اتنی سویٹ سی خالہ ہے تمہاری بلکہ میرا تو دل کانپ جاتا ہے انہیں خالہ کہتے ہوئے۔ تم سے زیادہ سے زیادہ پانچ چھ سال بڑی ہوں گی۔''

"جی نہیں، پانچ چھ نہیں، پورے پندرہ سال بڑی ہیں۔" سدرہ کے انکشاف پہ خولہ کی آنکھیں ابل پڑیں۔

"کیا....؟ یعنی وہ پورے پینتیس سال کی ہیں۔ آئی ڈونٹ بلیو اِٹ۔ ذرا بھی نہیں لگتیں۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ وہ جیسی نظر آتی ہیں، ویسی بالکل بھی نہیں ہیں۔ تم نے ان کے بارے میں جو جو اندازے لگائے ہیں، ان کے برعکس نتیجہ دیکھنے کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کرلو۔ اب تمہیں قدم قدم پہ جھٹکے ملیں گے۔"

اس وقت تو خولہ یہ وارننگ کسی خاطر میں نہ لائی مگر آنے والا ایک ایک منٹ اسے اس پہ ایمان لانے پر مجبور کررہا تھا۔

☆☆☆

اور یہ بات سو فیصد درست تھی کہ حبیبہ انور میں ہر وہ بات موجود تھی جس کی جھلک اس کی ظاہری شخصیت میں نہیں تھی، یا یوں کہہ لیجیے کہ.... حبیبہ انور میں وہ تمام باتیں یکسر موجود نہیں تھیں جس کا اظہار اس کی ظاہری شخصیت سے ہوتا تھا۔

اب عمر کو ہی لیجیے۔ پینتیس چھتیس سال کی عمر میں وہ تیس سے کم کی نظر آتی تھی۔

نام کی مثال لیجیے، حبیبہ انور.... سننے میں ہی خاصا بارعب اور عمر رسیدہ سا نام۔ کسی بوری ڈل خاتون کا تصور ذہن میں آتا تھا اور خود اس کی نک سک سے درست پرسنالٹی، اسٹائلش طرزِ زندگی دیکھ کر یہی لگتا کہ کوئی روزی، شیری، ماہم فضہ یا پھر عینی وغیرہ جیسے نام کی مالک ہوں گی۔

بے حد نرمی کا تاثر لیے نقوش، بڑی ہی متانت اور سنجیدگی ظاہر کرتا چہرہ، بڑی ہی میٹھی مہربان سی آواز مگر متانت اور وقار عمر کے پینتیس سال گزار لینے کے بعد بھی چھو کر نہ گزرا تھا۔

اور ہاں.... اس دل موہ لینے والی مسکراہٹ پہ نہ جایئے گا۔ وہ صرف دل ہی نہیں موہ لیتی اور بھی بہت

کچھ ہتھیا لیتی ہے، اسی بھولی صورت اور دل موہ لینے والی مسکراہٹ سے کسی زمانے میں انور شفیق نے دھوکا کھایا تھا اور پھر بے چارے کو بھری جوانی میں موت کھا گئی۔

جی ہاں.... حبیبہ کی انور سے شادی کو فقط تین سال گزرے تھے، جب وہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں گزر گئے۔ تھا تو یہ ایک حادثہ مگر حبیبہ کی زندگی پہ اس کا گہرا اثر ہوا، اس لیے نہیں کہ اس حادثے کے نتیجے میں وہ زندگی کے ہم سفر سے محروم ہوگئی کیونکہ انور سے اس کی علیحدگی کو ویسے بھی ڈھائی سال ہورہے تھے۔ شادی کے چھ مہینوں میں کم و بیش سترہ چھوٹے موٹے جھگڑوں کے بعد اٹھارھواں جھگڑا تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا اور وہ میکے آکے بیٹھ گئی۔ ڈھائی سال تک انور نے اسے لٹکائے رکھا۔ نہ مصالحت پہ آمادہ ہوتا تھا، نہ طلاق دے کر بے چاری کی گلوخلاصی کرتا تھا۔ آخر اللہ کو رحم آیا اور اس نے سبب بنا کے حبیبہ کو چھٹکارا دلا دیا۔ ایک بھلا ٹرک ڈرائیور اس نیک کام کا وسیلہ بنا۔ یہی وجہ ہے کہ حبیبہ کسی بھی ٹرک کو دیکھ کے ممنون سے انداز میں گنگنانے لگتی ہے۔

کسی مہرباں نے آکے مری زندگی بنا دی

چنانچہ انور کی موت کو بھی حبیبہ کی زندگی پہ خاص اثر انداز ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جاسکتا۔ وہ جیتا مرتا ایک برابر ہی تھا۔

اگر حبیبہ طلاق حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی تو زیادہ سے زیادہ بتیس روپے حق مہر کے ہی وصول کر پاتی اور فی زمانہ بتیس روپے کا آتا کیا ہے۔ ایک برگر خریدو تو ساتھ میں چپس اور بوتل تک نہیں لے سکتے مگر بیوہ ہونے کے جہاں میں بہت سے فائدے، وہی انور کی تمام جائیداد کی اکلوتی وارث بننے کا مزا بھی لوٹا۔

اور یہی وہ گہرا اور واضح اثر تھا جو شوہر کی موت سے اس کی زندگی پہ پڑا۔

اب وہ صاحبِ جائیداد تھی، شوہر اور اولاد نہ ہونے سے ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد۔

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ماں باپ جب تک زندہ تھے، اس پہ دوسری شادی کے لیے زور ڈالتے رہے مگر وہ ان کے قابو نہ آئی تو اپنی اپنی زندگی میں سیٹ بہن بھائیوں کے واجبی سے اصرار کو کیا خاطر میں لاتی جو کبھی کبھار ملنے پہ بس سرسری سا۔ یونہی تکلفاً اسے گھر بسانے کا کہہ دیا کرتے۔ اس نے تو اب اصرار کا تکلفاً بھی جواب دینا ترک کر رکھا تھا۔

اب تو ساری فیملی نے اس کی خودسری کے آگے جیسے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ زیادہ سے زیادہ زور دینے یا دباؤ ڈالنے کی وہ پوزیشن میں اس لیے نہیں تھے کہ حبیبہ کون سا ان کے آسرے پہ پڑی تھی۔ ڈیڑھ کنال کے رقبے پہ پھیلا یہ بنگلا اس کے نام تھا جس میں وہ تن تنہا رہتی تھی۔ آج ایک حصہ کرائے پہ اٹھا دے تو بیس پچیس ہزار گھر بیٹھے مل جائیں لیکن ایک تو وہ تنہائی پسند تھی یا پھر اتنے سال تنہا رہنے کی وجہ سے تنہائی کو وہ پسند آ گئی تھی۔ دوسرا گھر بیٹھے اسے ویسے بھی تیس سے چالیس ہزار ماہانہ مل جایا کرتے تھے۔

راجہ بازار میں انور شفیق کی دو دکانیں کرائے پہ چڑھی تھیں۔ معقول بینک بیلنس تھا جو اسے آنے والے وقت سے بے نیاز کیے ہوئے تھا نہ وہ کسی کے آگے جواب دہ تھی، نہ اس کے سر پہ کوئی ذمہ داری تھی۔ کھلا خرچ، نہ کوئی پوچھنے والا.....نہ حساب لینے والا.....خرچ کرنے والی وہ اکیلی ذات۔

سو جی بھر کے اپنی ذات کو فائدہ پہنچایا۔ یہی وجہ تھی عمر کے یہ گزرے سال اسے چھوئے بغیر کان لپیٹ کر پاس سے گزر گئے تھے۔ چمکتی ہوئی بے شکن دودھیا جلد، ریشمی بال، نازک سراپا.....اس پہ پہننے اوڑھنے کا سلیقہ.....ہر ہفتے مہنگے بیوٹی پارلرز کا چکر.....وہ تو تیس کی کیا، اٹھارہ سال کی بھی نظر آتی تو کم تھا۔ اس پہ سارا خاندان، بہن بھائی، ان کے بچے، جی حضوری اور خوشامدیں کرنے کو تیار.. پتہ جو تھا کہ خالہ جانی اور پھوپھو جانی کتنی مکھن پسند ہیں۔ ذرا چڑھایا اور پا لیے مطلوبہ نتائج۔ بھابیوں کو بھی اس تگڑی نند سے کوئی خطرہ نہ تھا کہ آئے دن کے تحائف انہیں مسرور کیے رکھتے۔ بھائیوں نے بھی اس کے اکیلے رہنے اور شادی نہ کرنے کے مسئلے کو سر پہ سوار نہ کیا کہ اکثر کاروبار میں گھاٹا ہونے پر بہن سے بروقت مالی امداد مل جایا کرتی تھی۔ بہنوئی بھی راضی... رشتے میں چھوٹی ہونے کے باوجود سالی، ساس اور سسر کی کمی پوری کر دیتی تھی۔ بہنیں بچوں سمیت چھٹیاں

گزارنے بھائیوں کے ہاں جانے کی بجائے یہاں آ کر جو میکہ آباد کر لیتی تھیں اور واپسی پہ لدی پھندی بھی ہوتیں۔

بھانجا پاس ہوا ہے تو موٹر سائیکل تحفے میں لے دی۔

بھتیجی کی شادی ہوئی تو آدھا خرچا پھوپھی نے سر لے لیا۔

چھوٹی بہن کے دن قریب آئے تو حبیبہ نے ڈلیوری سے لے کر چلے تک اسے اپنے ہاں ٹھہرا لیا۔

بھائی نے نیا گھر بینک سے قرضہ لے کر بنایا تو سارے گھر کا پینٹ اور کارپٹ، پردے حبیبہ نے تحفتاً اپنے ذمے لے لیے۔

ایسے میں کون تھا جسے اس کی خودسری...من مانی، اور پل پل رنگ بدلتی عادتوں اور مزاج کی شکایت کرنے کا حوصلہ ہوتا۔ دودھ دینے والی گائے کی لاتیں بھی ہنسی خوشی کھالی جاتی ہیں۔

یہی حال سدرہ کے ماما پاپا کا بھی تھا جو کئی سالوں سے بحرین میں مقیم تھے۔ سدرہ تین سال پہلے پاکستان آئی تھی، کیونکہ اس کا ایڈمیشن فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں ہو گیا تھا اور بعد میں سدرہ نے شکرانے کے نوافل ادا کیے کہ یہ کالج لاہور میں تھا۔ اسلام آباد میں نہیں ورنہ اسے ہاسٹل کے بجائے خالہ کے ہاں رہنا پڑتا۔

امتحانوں کے بعد کی تعطیلات اور گرمیوں کی چھٹیوں مین وہ بحرین چلی جایا کرتی تھی مگر درمیان میں آنے والی ناگہانی کی طرح اچانک آ جانے والی تین چار چھٹیاں مجبوراً اسے اسلام آباد آ کے گزارنا پڑتیں۔

خوشامد اور واحد چاپلوسی وہ واحد فن تھے جن سے سدرہ نابلد تھی۔ اس لیے اس کے خیال میں یہی وجہ تھی کہ وہ خالہ کی فیورٹ بھانجی نہیں تھی۔

البتہ مروت اور برداشت اس کے وہ اوصاف تھے جس کی وجہ سے وہ چپ چاپ یہ چند دن ان کے ہاں کسی نہ کسی طرح گزار ہی لیا کرتی تھی۔ کسی بہت بڑی تلخی اور ناچاقی کے بغیر۔

کہ بہر حال سدرہ، خالہ کو ناراض کر کے ماما پاپا کی ڈانٹ نہیں کھانا چاہتی تھی۔ یہ الگ بات کہ ان تین

وقار عظیم ۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سالوں میں اس نے خالہ کو ناراض نہیں کیا تھا تو راضی بھی نہیں رکھ پائی تھی۔

☆☆☆

''میری طرف سے صاف جواب ہے۔''

کھانے کی ٹیبل پہ خولہ نے بانگِ دہل اعلان کر دیا۔

حبیبہ کے ماتھے پہ ناگوار شکن آتے دیکھ کے سدرہ نے سرزنش کرتی نظروں سے اسے گھورا۔ اندر ہی اندر وہ سخت خائف بھی ہو رہی تھی کہ پتا نہیں منہ پھٹ خولہ نجانے کون سا صاف جواب دینے والی ہے۔

''میں کوئی نہیں آپ کو خالہ والہ کہنے والی۔ ویسے کہنا تو سدرہ کو بھی نہیں چاہیے۔ ایمان سے آپ کے برابر ہی لگتی ہے۔ شرم آنی چاہیے اسے آپ کو خالہ کہتے ہوئے۔ خیر اس کا تو رشتہ ایسا ہے مگر مجھے ایسی کوئی مجبوری نہیں۔ پلیز مائنڈ مت کیجیے گا۔ میں آپ کو حبیبہ جی کہہ کر پکاروں گی۔''

''اس میں مائنڈ کرنے والی کیا بات ہے۔''

حبیبہ تو جیسے کھل اٹھی۔..اس کے اپنے کان پک چکے تھے۔ خالہ اور پھوپھو کی تکرار سن کر۔

تمہارا جو دل چاہے کہو۔''

''تو حبیبہ جی، یہ بتایئے یہ شاہ رخ سے آپ کی کیا دشمنی تھی؟''

اس کے ہاتھ کا بنا کھانا کھانے کے بعد بھی تم یہ سوال پوچھ رہی ہو۔'' حبیبہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے پلیٹ پرے کی۔

''میں اس شاہ رخ کی نہیں، اصلی والے شاہ رخ کی بات کر رہی ہوں۔ اس بیچارے نے آپ کا کیا بگاڑا تھا جو آپ نے اس کے نام کی اتنی مٹی پلید کر ڈالی۔''

''مجھ سے پوچھیں۔ شاہ رخ نے ٹرے میں پلیٹیں اکھٹے کر کے رکھتے ہوئے جواب دیا۔

''تم سے تو خدا پوچھے...اس قدر گھی ڈالا ہے کھانے میں کہ دو چمچ کھانے کے بعد ہی طبیعت بوجھل

ں ہو رہی ہے۔''

حبیبہ نے اسے بروقت ٹوکا...ورنہ سدرہ تو دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو اس کی طولانی تقریر کے لیے تیار کر رہی تھی۔

''قسم لے لیں.. حبیبہ باجی...! جو میں نے ذرا سا بھی گھی ڈالا ہو...پھڑک کے مر جاؤں...اگر جھوٹ بولوں۔''

حبیبہ سکون سے سینے پہ ہاتھ باندھ کے اسے تکنے لگی۔

''چلو پھر آج کسی کو پھڑک کے مرتے دیکھ ہی لیں۔ وہ بھی لائیو۔''

''میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ بڑی سے بڑی قسم اٹھوا لیں میں نے گھی ڈالا ہی نہیں۔'' پھر ٹرے اٹھا لے کچن میں جانے کو پر تولتے ہوئے کہا۔

''میں نے تو آئل ڈالا ہے۔ چل چھیاں چھیاں چھیاں چھیاں۔'' وہ سر ہلاتے ہوئے کچن میں غائب ہو گیا۔

''خالہ! آپ کیسے برداشت کرتی ہیں اسے۔ ماسی جنتے کے قابو میں رہتا تھا۔ اب وہ نہیں آتیں؟''

''نہیں بھئی۔ ان سے کہاں آیا جاتا ہے۔''

''یہ کون دوشیزہ ہیں؟'' خولہ نے اس نامعلوم ان دیکھی ہستی کے غائبانہ ذکر میں دلچسپی لی۔

''دوشیزہ؟ ماسی جنتے کی بات کر رہے ہیں ہم۔''

سدرہ نے لفظ ''ماسی'' پہ خاصا زور دیتے ہوئے کہا۔

''یار! جب خالہ ایسی اور شاہ رخ ویسا نکل سکتا ہے تو کیا پتہ ماسی جنتے کے روپ میں بھی کوئی کرینہ پارچھپی ہو۔''

اس کے قیافے کی داد حبیبہ نے ایک فلک شگاف قہقہے کے ساتھ دی۔ خولہ نے اس قہقہے پہ اسے ایک

وقار عظیم ۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

گہری کھوجتی نگاہ سے ٹٹولا۔

☆☆☆

”تمہیں ایک دوستانہ مشورہ دے رہی ہوں...میری خالہ سے دور رہو۔“

”میں کون سا ان سے چپک کر بیٹھی ہوں۔“

خولہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔

”دیکھو، میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا وہ بےحد موڈی ہیں۔آج تمہاری اونگی بونگی باتوں پہ داد دے رہی ہیں، کل تمہاری کھنچائی کر رہی ہوں گی۔پھر نہ کہنا مجھ سے کہ تمہاری خالہ نے میری بےعزتی کر دی ہے۔“

”نہیں کہتی۔“ وہاں ڈھٹائی کا ہنوز وہی عالم تھا۔جس پہ سدرہ جز بز ہو کے رہ گئی۔

”تم بات کو سمجھ کیوں نہیں رہی۔ہمیں ابھی چودہ دن اور گزارنے ہیں یہاں، ان کے ایک دن کے قہقہوں پہ مت جاؤ۔“

”یہی تو میں کہہ رہی ہوں سدرہ ڈیئر! ان کے قہقہوں پر مت جاؤ۔“ خولہ کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ ٹھٹھکی۔وہ کم ہی سنجیدہ ہوتی تھی مگر جب ہوتی تھی تو.....

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ان کے قہقہوں کے پیچھے ایک سلگتا ہوا دکھ، ایک ان کہا سا کرب محسوس ہوتا ہے۔“

”بکواس۔“ سدرہ نے سر جھٹکا۔

”انہیں کیا دکھ ہو سکتا ہے۔تم دیکھ تو رہی ہو یہ ٹھاٹ باٹ بال بچوں والی عورت لاکھ خوش حال ہونے کے باوجود عمر کے تیسویں سال کے بعد ڈھلک ہی جاتی ہے، اگر خود کو مین ٹین رکھتی بھی ہے تو لاکھ جتن کر کے...

ادھر یہ حال ہے کہ چھ چھ گھنٹے پارلر میں ہربل اسٹیم باتھ لینے بیٹھی رہتی ہیں کہ کون سا گھر جا کے بچے سلانا ہے یا شوہر کے ٹھونسنے کا انتظام کرنا ہے۔اپنی نیند سوئے، اپنی نیند جاگے، کھلا خرچ کیا۔جو دل چاہا پہنا جو من کیا وہ کر

ڈالا۔کسی نے چوں چرا کرنے کی کوشش کی تو بجائے جھڑکی کے، تین چار ہزار کا تحفہ دے کر منہ بند کر ڈالا۔“

”تم صرف ان سطحی باتوں کی بنیاد پہ اپنی خالہ کی زندگی کو قابلِ رشک قرار نہیں دے سکتی۔“

”اگر تمہارا اشارہ ان کے اکیلے پن کی طرف ہے تو یہ بھی تمہاری غلط فہمی ہے کہ وہ اس تنہائی کو دل کا روگ بنا کے بیٹھی ہیں درحقیقت یہ تنہائی یا دوسرے لفظوں میں خود مختاری انہیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔انکل کی ڈیتھ کے بعد کتنا سب نے چاہا کہ وہ دوسری شادی کر لیں۔ان فیکٹ میرے چاچو..وہی انگلینڈ والے، پاپا ان سے بھی خالہ کی شادی کرانے پہ راضی تھے خود سوچو ایک عورت چاہے وہ کتنی بھی خوبصورت اور جواں سال ہو، مگر بیوہ یا طلاق یافتہ ہو تو اس کے لیے کسی پچیس سالہ ہینڈسم کنوارے کا رشتہ آتا ہے کیا؟ مگر پاپا سمیت میرے دادا، دادی بھی دل سے راضی تھے حالانکہ چاچو کو کسی بھی اچھی کم عمر اور کنواری لڑکی کا رشتہ مل سکتا تھا۔“

”کتنی حیرت کی بات ہے کہ پھر بھی تمہارے چاچو نے کسی اچھی، کم عمر اور کنواری لڑکی سے شادی کی نہیں۔“

خولہ نے تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور سدرہ حسب توفیق تپ بھی گئی۔

”ہاں تو وہ تو محبت ہو گئی تھی انہیں آنٹی سے۔“

اس نے گڑبڑا کے وضاحت پیش کی۔

”کمال ہے، ان کے گھر والوں کو بھی ان کے لیے پسند آئی تو ایک مال دار بیوہ... خود ان کی نظروں میں بھی سمائی...تو ایک مالدار بیوہ..بمعہ انگلینڈ کی نیشنلٹی کے...“

”تمہارا مطلب ہے کہ پاپا، خالہ کی پراپرٹی کی وجہ سے اپنے بھائی سے ان کی شادی کرانا چاہ رہے تھے؟“

ظاہر ہے کہ خولہ کا مطلب یہی تھا اور وہ اسے خاصی حد تک واضح بھی کر چکی تھی مگر اس سے زیادہ کھل کر کہنے سے دوست کی ناراضی کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی اس لیے فقط کاندھے اچکا کے رہ گئی۔

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"میں صرف یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ ہوسکتا ہے تمہاری خالہ کو وہ رشتے پسند نہ آئے ہوں۔ یا فی الحال وہ اس صدمے سے باہر نہ نکل..."

"کیسا صدمہ؟" سدرہ نے تیزی سے بات کاٹی۔

"انکل کے گزرنے کا صدمہ؟ ایسا کچھ نہیں تھا۔ ان پہ تو کوئی اثر ہی نہیں ہے۔ رہا تھا شوہر کے گزرنے کا۔ بس یوں سمجھو مٹھائی بانٹنے کی کسر رہ گئی تھی۔ شاید دنیا کی باتیں سننے کا حوصلہ نہ تھا ورنہ یہ بھی کر گزرتیں۔ ماما بتاتی ہیں کہ لوگوں کی شرما شرمی انہوں نے ضرور بہنوئی کی موت پہ چار آنسو بہا لیے مگر خالہ نے اس تکلف کی قطعاً ضرورت نہ سمجھی۔ ٹھیک ہے علیحدگی ہو چکی تھی مگر طلاق تو نہیں ہوئی تھی۔"

"کیا پتہ تمہارے مرحوم انکل کا رویہ ان کے ساتھ کیسا رہا ہو؟" خولہ نے قیاس کیا۔

"جیسا بھی رہا ہو چار چھ مہینوں میں کون سے ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے ہوں گے انہوں نے اور اتنی ہی نفرت اور بے زاری تھی تو نہ قبول کرتیں ان کی جائیداد اور روپیہ پیسہ.. وہ تو بڑا عزیز ہے۔"

سدرہ ٹھیک ٹھاک نالاں اور بے زار نظر آرہی تھی اپنی خالہ سے۔ خولہ نے سوچتے ہوئے یہ کہہ کر بحث سمیٹ لی۔

"شاید تم ٹھیک کہتی ہو... مگر ان کی فیلنگز اپنے شوہر کے بارے میں کیسی بھی رہی ہوں۔ یا انہوں نے کسی وجہ سے تمہارے چاچو کا رشتہ قبول نہ کیا ہو۔ ان باتوں سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خالہ بھی اچھی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے ... ہوسکتا ہے کہ ایک اچھی بیوی ثابت نہ ہو سکی ہوں ... مگر تمہارے ساتھ تو کچھ برا نہیں ... پھر تم اپنے دل میں وسعت اور رویے میں لچک کیوں نہیں پیدا کرتی۔"

سدرہ چپ ہوگئی ... البتہ ماتھے کی شکن بتا رہی تھی کہ اس کے اندر اب بھی بہت کچھ کلبلا رہا ہے۔

☆☆☆

اگلے ہی دن سدرہ کی ماما کے فون نے ہلچل مچا دی۔

ان کی ایک جاننے والی خاتون ... جو وہیں بحرین میں رہتی تھیں۔ انہوں نے اپنے بھائی کے لیے سدرہ کا رشتہ طلب کیا تھا۔ بھائی ان کا اسلام آباد میں رہتا تھا۔ سدرہ کی ماما نے حبیبہ کے گھر اسے مدعو کر لیا تھا۔

"کمال ہے، میں یہاں سکون سے چند دن گزارنے آئی تھی یا ان سازشوں کا شکار ہونے۔"

ان کی جھنجلاہٹ عروج پہ تھی۔

"مائنڈ اٹ۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں تمہارے خلاف سازشیں کرنے کی۔ حبیبہ کو واقعی برا لگا۔" "میں نے تو باجی سے کہا بھی تھا کہ مجھے پلیز ان سب باتوں سے دور رکھیں۔ نہ تو مجھے ان معاملات کا تجربہ ہے نہ اس نے کوئی دلچسپی، کوئی اونچ نیچ ہوگئی تو نام میرا ہی خراب ہوگا کہ اپنا گھر بسا نہیں، بھانجیوں کا بھی دماغ خراب کر رہی ہے۔"

"آپ کہہ دیں ماما سے۔ یہاں کوئی آنے کی تکلیف نہ کرے۔"

"میں کیوں کہوں؟ تم کیوں نہیں کہتی؟ میں نے کہا تو یہی جواب سننے کو ملے گا کہ وہ تمہارے گھر سے کچھ اکھاڑ کے تو نہیں لے جائیں گے۔ بھئی میں تو آنے سے منع نہیں کروں گی۔ نہ تمہیں کسی قسم کی بدمزگی پھیلانے دوں گی۔ تمہیں انکار کرنا ہے، اعتراض کرنا ہے سو بار کرو مگر اپنے ماما پاپا کے سامنے۔ میرے گھر میں بیٹھے مہمانوں کی سامنے بدتمیزی کرنے کی ضرورت نہیں انڈرسٹینڈ۔"

اس وقت ڈانٹ ڈپٹ کرتی ہوئی وہ خولہ کو سچ مچ کی خالہ جان ہی نظر آرہی تھی۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے زیرِ لب مسکرائی تھی۔

☆☆☆

"ہیلو!" حبیبہ نے جمائی روکتے ہوئے نیند سے بوجھل آواز میں کہا۔ دوسری جانب نفیسہ تھیں ... سدرہ کی ماما۔

"خیریت باجی؟ آج نہار منہ ہی فون کر لیا؟" اس نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"خیریت ہی ہے اور تمہیں بھی بار بار اسی لیے فون کر رہی ہوں کہ خدا کے لیے خیریت رہنے دینا۔ میں اس وقت اتنی دور بیٹھی ہوں اور وہ بھی اتنے اہم فرض کی ادائیگی کے لیے۔ اور دھیان ہے کہ بار بار بھٹک کے اس طرف آجاتا ہے۔"

"آپ کی وہ دوست بھی تو کمال ہیں۔ بھلا کچھ دن صبر کر لیتیں۔ آپ واپس آجاتیں پھر بھیج دیتیں اپنے بھائی کو۔ خوامخواہ آپ کا عمرہ خراب کر رہی ہیں۔"

"توبہ.... لاحول ولا.... میرا عمرہ کیوں خراب ہونے لگا خدانخواستہ، تم کبھی تو سوچ سمجھ کے بات منہ سے نکالا کرو حبیبہ! اتنی عمر ہوگئی مگر عقل نہیں آئی۔"

"کتنی عمر ہوگئی؟" عمر کے مسئلے پہ وہ بھڑک اٹھی۔

"خیر چھوڑو اس بات کو۔" نفیسہ کو فی الحال اس کا بھڑکنا بھاری پڑ سکتا تھا اس لیے یہ کھاتہ پھر کبھی کھولنے کا سوچتے ہوئے اصل بات پر آگئیں۔

"دراصل مہر کا بھائی کسی ٹریننگ کے سلسلے میں چھ مہینے کے لیے جاپان جا رہا ہے۔ مہر سوچ رہی تھی کہ جانے سے پہلے وہ سدرہ کو اور سدرہ اسے دیکھ لیں، پسند کریں تو ہم دونوں وہیں بیٹھے بیٹھے آگے کے معاملات سیٹ کر لیں۔ وہ آج رات کے کھانے پہ آرہا ہے۔"

"کھانے پہ آرہا ہے۔ گاڑی پہ کیوں نہیں آرہا؟"

"یہ وقت مذاق کا نہیں ہے حبیبہ! بی سیریس تم پہ ایک بھاری ذمہ داری ڈال رہی ہوں میں۔ تمہیں خالہ کا نہیں ماں کا فرض نبھانا ہے تاکہ میری غیر موجودگی میں سدرہ کو ماں کی کمی محسوس نہ ہو۔"

"پہلے آپ اپنی لاڈلی دختر سے کنفرم تو کر لیں کہ اسے کمی محسوس ہو بھی رہی ہے یا نہیں۔ میرا مطلب ہے اسے میں بطور خالہ مشکل سے ہضم ہوتی ہوں۔ ماں خاک سمجھے گی وہ۔"

بڑبڑاتے ہوئے حبیبہ نے فون رکھا اور چلاّ کے شاہ رخ کو پکارا۔

"شاہ رخ.. کہاں ہو۔؟"

"مجھ کو پہچان لو... میں ہوں ڈان۔"

ایک صوفے کے پیچھے سے وہ گنگناتا ہوا برآمد ہوا۔

"یہاں دبکے بیٹھے کیا کر رہے تھے؟" حبیبہ نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔ "باتیں سن رہے تھے ہماری؟"

"توبہ کریں باجی! یہ بھی کوئی سننے والی باتیں ہیں۔ میں تو صوفے کے پیر پالش کر رہا تھا۔"

"مائی گاڈ.... اس ہفتے تو میں نے پیڈی کیور کروایا ہی نہیں۔" حبیبہ کو اپنے پیروں کی پالش کی فکر ستانے لگی۔

"جی وہ تو مجھے پکانا نہیں آتا۔" شاہ رخ نے تشویش بھرے انداز میں سر ہلایا۔ "دادی نے سکھائی ہی نہیں یہ ڈش۔"

"اف، ماسی جنتے... اس بلا کو میرے پیچھے لگا کے خود مزے سے پنڈ میں بیٹھ گئی۔ جاؤ کچن میں جاؤ اور فریج کا جائزہ لے کر بتاؤ کہ اگر رات کے کھانے میں دو تین اچھی سی ڈشز پکنا ہوں تو کس کس چیز کی ضرورت ہے۔ میں ابھی مارکیٹ جا کے لے آتا ہوں۔"

"میں ابھی لسٹ بنا کے لاتا ہوں۔" وہ پھرتی سے اندر گیا اور تھوڑی دیر بعد آیا تو ہاتھ میں ایک پرچی تھی۔

"یہ چیزیں لا دیں جی.... بڑا زبردست ڈنر تیار ہو جائے گا۔ یوں ہی چلا چل راہی... یونہی چلا چل... کتنی حسین ہے یہ دنیا...."

"لاؤ دکھاؤ تو کیا کیا منگوایا ہے۔" حبیبہ نے ایک نظر چٹ پہ ڈالی اور آنکھیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ پھیلتی چلی گئیں۔

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

''لا ثانی سے ایک اسٹیم روسٹ چکن فل، چناب سے بریانی، باربی کیو ٹو نائٹ سے بارہ عدد سیخ کباب، کہانہ سے کلونجی نان، چمن سے پستہ آئس کریم.... یہ کیا ہے شاہ رخ؟''

''آپ نے ہی تو کہا تھا کہ رات کے کھانے میں دو تین اچھی سی ڈشز پیش کرنا ہوں تو کس کس چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ میں نے وہ ساری چیزیں لکھ دی ہیں۔''

''اگر سب کچھ بازار سے آنا ہے تو تم کس مرض کی دوا ہو۔؟''

''میں ڈپریشن کی.... میں آپ کے مہمان کا دل بہلاؤں گا۔''

''تم صرف دل دہلا سکتے ہو، اپنے بے سرے گانوں اور بدمزہ کھانوں سے۔ ویسے آئیڈیا اچھا ہے، اگر اس مہمان کی خیریت مطلوب ہے تو کھانا باہر سے ہی لے آتی ہوں، ورنہ یہ الزام بھی مجھ پہ آئے گا کہ پتہ نہیں بے چارے لڑکے کے ساتھ ایسا کیا کیا گیا کہ وہ پلیٹ کے دیکھے بغیر بھاگ گیا۔''

اس نے شاہ رخ کی بنائی چٹ پرس میں رکھی اور لڑکیوں کے کمرے کی جانب بڑھی۔

''اٹھو لڑکیو.... ہری اپ....''

لائٹس آن کرتے ہوئے اوران کے اوپر سے چادریں کھینچتے ہوئے وہ مسلسل چلا رہی تھی۔

''اوہو.... کیا ہے خالہ....! کیا شور مچا رکھا ہے آپ نے صبح صبح۔'' سدرہ نے بال سمیٹتے ہوئے ناگواری سے کہا۔ ایک تو رات کو فون پہ نفیسہ سے سننے والے طویل لیکچر کے اثرات کی وجہ سے آنکھ بھی دیر سے لگی تھی۔

''شور تو مہر کا بھائی مچا دے گا جو اس نے یہ ''ستی صورت'' دیکھ لی تو.... حشر کر کے رکھ دیا ہے تم نے اپنا۔ جلدی سے جا کے کسی پارلر سے اپنی ریپئرنگ کرواؤ۔ رات کے کھانے پہ آ رہا ہے وہ تمہیں دیکھنے۔''

''کھانے پہ آ رہا ہے تو کھانا دیکھے۔'' وہ بڑبڑائی۔

''کھانا تو کھائے گا یار! دیکھنے کا فرض تم پہ ادا کرے گا۔ حبیبہ جی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ناشتے کے بعد ہم کسی پارلر چلتے ہیں۔'' خولہ کی شامت آئی تھی جو بول پڑی۔

''تم کہاں جا رہی ہو، وہ لوگ سدرہ کو دیکھنے آ رہے ہیں، تمہیں نہیں۔ یہ ہتھکنڈے اب خاصے پرانے ہو گئے ہیں کہ لشک پشک کے دوست یا کزن کے لیے آنے والے رشتوں کے سامنے خود کھڑے ہو گئے اور رشتہ ہتھیا لیا۔ خبردار، جو تم اس لڑکے کے سامنے ڈرائنگ روم کے آس پاس بھی پھٹکی تو۔''

یہ وہ احتیاطی تدبیر تھی جو نفیسہ نے دبے الفاظ میں حبیبہ کے گوش گزار کی تھی کہ شاید وہ کسی تدبیر یا حکمت عملی سے سدرہ کی اس دوست کو دور رکھ پائے مگر حبیبہ نے کسی بھی قسم کی مصلحت سے بے نیاز ہو کے اپنی فطرت کے عین مطابق بانگ دہل یہ اعلان کر دیا۔

خولہ کی تو وہ حالت کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے اور سدرہ چسکے لے لے کے مسکراتی ہوئی خاموش نظروں سے گویا یہ کہہ رہی تھی۔

''یہ ہے میری خالہ.... اور ٹوہ لو تم ان کی شخصیت کے اسراروں کی۔''

''اور تم کیا دانت نکال رہی ہو۔ اپنے سے اچھی شکل کی سہیلیاں بناؤ تو یہی ہوتا ہے۔''

اس تبصرے نے سدرہ کے دانت اندر اور خولہ کے باہر نکال دیے۔

''پھر ایسے ہی ہاتھ پاؤں مار کے خود کو نمایاں رکھنا پڑتا ہے۔ فیشل، مینی کیور، پیڈی کیور، اسکن پالش سب کروا کے آنا۔ پیسے بے شک مجھ سے لے لینا کنجوس! اور ہاں اس گھونسلے کی بھی چند شاخیں ترشوا لینا۔''

اس نے سدرہ کے بے ترتیب بالوں کو ہاتھ سے ہلکا سا جھٹکا دے کر کہا۔

''اور تم خولہ! میرے ساتھ مارکیٹ چلو۔ کھانے کا بھی انتظام کرنا ہے۔''

''پتہ نہیں لوگ ایک وقت میں دو دو کام کس طرح کر لیتے ہیں یا کھانا کھائیں یا لڑکی دیکھیں اور میں کوئی کام وام نہیں کرنے والی۔ نمبر تو آپ نے مہمانوں کے سامنے سدرہ کے ہی بنانے ہیں کہ یہ پلاؤ چکھیں سدرہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ یہ سویٹ ڈش ٹرائی کریں، یہ اس نے اپنی کہنیوں سے بنائی ہے اور یہ رائتہ تو آنکھ کے اشارے سے بنا لیا ہے۔''

وقار عظیم ۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

وقار عظیم ۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"اور یہ کس قدر پیٹو مہمان ہے، ضرورت کیا تھی اسے عین کھانے کے وقت آنے کی۔ آرام سے اپنے گھر میں کھا پی کے یہاں آ جاتا۔ اگر صرف مجھے دیکھنے کی نیت سے ہی آ رہا ہے۔"

"بے وقوف لڑکی! یہی طریقہ ہوتا ہے لڑکی پسند کرنے کا۔ چائے یا کولڈ ڈرنک پینا بہت آسان اور سرسری سا کام ہوتا ہے، اس کے دوران لڑکا اور اس کے گھر والے لڑکی کا جائزہ ذرا تفصیلی لیتے ہیں لیکن اگر کھانا سامنے لگا ہوا ہو اور وہ بھی مزے کا....تو ان کی توجہ کھانے پہ زیادہ اور لڑکی پہ کم ہوتی ہے۔ یوں لڑکی تنقید اور سوالوں سے بچ جاتی ہے۔"

حبیبہ نے تجربہ کارانہ انداز میں سمجھایا۔

"پھر تو حبیبہ جی! آپ کو بوفے ڈنر کا ارینج کرنا ہوگا تاکہ لڑکے کی نظر اِدھر سے اُدھر پھیلی کھانوں کی ورائٹی سے ہٹ کر سدرہ پہ جائے ہی نا....." خولہ نے اور دل جلایا۔

"یہاں تو بوفے کیا، ون ڈش کے آثار بھی نظر نہیں آ رہے۔ جلدی کرو تاکہ کچھ تو کھانے کو پیش کیا جا سکے۔"

"آنٹی! وہ ڈنر پہ آ رہے ہیں، بریک فاسٹ پہ نہیں۔ آپ کے ہاتھ پیر تو ایسے پھول رہے ہیں جیسے وہ مجھے نہیں، آپ کو دیکھنے آ رہا ہو۔"

"ارے، جب مجھے دیکھنے کے لیے لوگ آتے تھے تو میرے ہاتھ پاؤں اتنے پھول جاتے تھے، باجی باقاعدہ سوئیاں چبھو چبھو کے انہیں نارمل حالت میں لاتی تھیں۔"

"کون باجی....؟ میری ماما؟"

"ہاں اور کون۔ سوئیاں چبھونے میں خاصی ایکسپرٹ ہیں وہ۔" حبیبہ نے نوکیلے لہجے میں کہا۔

"کمال ہے سدرہ! تم نے کبھی بتایا نہیں، تمہاری ماما ایکوپنکچر سرجن ہیں؟" خولہ مسلسل جلتی پہ تیل چھڑکنے کا کام کر رہی تھی۔

☆☆☆

"ایک تصویر اور....."

علی نے درخت کے تنے سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں ابھی شکر پڑیاں آئے تھے اور دوسری جگہوں کی طرح یہاں بھی علی نے سارا زور تصویریں بنوانے پہ لگا رکھا تھا۔ مقبول کیمرہ اٹھائے اٹھائے تھک سا گیا تھا۔

"کیا مصیبت ہے، کتنا شوق ہے تمہیں تصویریں بنوانے کا۔ بس یہ میں آخری تصویر کھینچ رہا ہوں۔ Say Cheese۔"

علی ہدایت پہ عمل کرتے ہوئے کھل کے مسکرانے کی کوشش کی مگر یہ کوشش کچھ زیادہ ہی کامیاب ہو گئی اور مسکراہٹ ضرورت سے زیادہ کھل گئی۔

"میں نے Cheese کہا ہے، اسمائل دینے کا کہہ رہا ہوں اور تم ایسے منہ کھول رہے ہو جیسے کسی ڈینٹسٹ کے پاس آئے ہو۔"

"یہ میری ملین ڈالر اسمائل ہے دوست! اسی اسمائل پہ تو مرتی ہیں لڑکیاں۔"

"اچھا تو پاکستان میں مردوں کی نسبت عورتوں کی شرحِ اموات میں اضافے کی وجہ تمہاری یہ مسکراہٹ ہے۔ جان لیوا قسم کی۔"

"یار! تم رہنا ڈاکٹر کے ڈاکٹر، میں دوسرے والے مرنے کی بات کر رہا ہوں۔ اس مرنے کی نہیں جس کا پوسٹ مارٹم ہوتا ہے۔ اچھا.....یہ دیکھو۔"

اس نے ایک اور درخت سے ٹیک لگائی۔

"یہ پوز کیسا ہے، کیسا لگ رہا ہوں؟"

"تم تو ٹھیک ہی لگ رہے ہو مگر یہ درخت.....میرا خیال ہے یہ پولن پھیلا رہا ہے۔"

مقبول کے تجزیے پہ علی کرنٹ کھا کے درخت سے پرے ہٹا۔

"تمہیں پولن الرجی تو نہیں۔ اگر ہے تو میرے پاس ویکسین ہے اس کی، وہ لے لو پھر چاہے جتنے دل چاہے پوز بنوالینا اس درخت کے ساتھ۔" اس ہمدردانہ مشورے پہ علی کا دل جل گیا۔

"یا اللہ! کبھی کسی شریف انسان کو کسی ڈاکٹر کا دوست نہ بنانا۔ دفع کرو، مجھے نہیں کھنچوانی تصویریں۔"

وہ منہ بنائے اس کے آگے آگے چلنے لگا۔ مقبول ہونٹوں میں مسکراہٹ دبائے اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

"اچھی بات ہے، ویسے بھی میں اتنا اچھا فوٹو گرافر نہیں ہوں۔ ہاں ایکسرے اچھے نکالتا ہوں میں۔ کبھی ٹرائی کرنا۔"

☆☆☆

"پتا نہیں یہ شاہ رخ کہاں مر گیا ہے۔ نہ کچن میں ہے، نہ اپنے کمرے میں۔"

حبیبہ سامان تو لے آئی تھی، کچھ چیروں کا آرڈر دے آئی تھی جو شام کو پہنچ جاتیں مگر دوسرے انتظامات کے لیے شاہ رخ کو ڈھونڈ رہی تھی جو ندارد تھا۔

"پتا نہیں اسے زمین کھا گئی یا آسمان۔"

خولہ بھی اندر باہر سارا چیک کرنے کے بعد مایوسی سے یہ اعلان نشر کرتی کچن میں داخل ہوئی۔

"زمین اور آسمان کو کیا ضرورت ہے ایسی کچی پکی ڈش کھانے کی۔ ضرور کام سے بچنے کے لیے کہیں چھپا ہوگا۔ چلو ہم خود ہی کچھ ہاتھ پیر مار لیتے ہیں۔"

اس نے شاپرز میں سے سبزیاں اور ٹن پیک چیزیں نکالتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں، بری بات ہوتی ہے۔ امی کہتی ہیں کھانے پینے کی چیزوں کو پیر نہیں مارتے، رزق کی بے ادبی ہوتی ہے۔"

"لڑکی! تم کچھ زیادہ ہی بولتی ہو۔ چلو میرے ساتھ سلاد وغیرہ بناؤ۔ بعد میں ڈزیٹ نکال کے صاف

کرنا۔"

"کہیں شاہ رخ، سدرہ کے ساتھ تو نہیں گیا بیوٹی پارلر تک کیونکہ سدرہ اس سے پوچھ رہی تھی، یہاں کے سب سے اچھے پارلر کا ایڈریس۔"

"بیڑا غرق.... اس سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے اپنے پارلر میں فون کر کے ٹائم لے لیا تھا اس کے لیے، وہ پتا نہیں کہاں پہنچا دے اسے۔ کسی تھڑے والے پارلر میں نہ لے جائے۔ ایک تو یہاں اس علاقے میں کوئی ڈھنگ کا بیوٹی پارلر ہی نہیں ہے۔"

"کیوں، یہاں کی لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے کیا؟"

"چپ چاپ سلاد بناؤ" حبیبہ نے گھرکا۔

"خود آپ آسان آسان کام کر رہی ہیں، بس ٹن پیک کے سیل کھول کھول کے سب کچھ مکس کر رہی ہیں اور کاٹنے چھیلنے کا سارا کام مجھے دے دیا ہے۔" خولہ نے اس ناانصافی پہ احتجاج کیا۔

"مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب۔ ایک تو یہ پیاز، انہیں دیکھ کر مجھے انور شفیق کی یاد آ جاتی ہے۔"

"یہ کون ہیں؟"

"ہیں نہیں، تھے۔ میرے شوہر۔"

"مرحوم کے بھی چھلکے اترتے تھے۔"

"دونوں کی خصلت ایک تھی۔ آٹھ آٹھ آنسو رلانے کی۔"

"ایک بات تو بتائیں؟"

خولہ نے ہاتھ روکا اور بڑے اہتمام سے چند ایک سوال ذہن میں ترتیب دیتے ہوئے تمہید باندھی۔

اس کا خیال تھا، حبیبہ اپنے ماضی کے بارے میں بات کرنے پہ آمادہ ہے ہی تو کیوں نہ اسے مزید کھولا جائے مگر برا ہو سدرہ کا جو عین وقت پہ تن فن کرتی آن ٹپکی۔

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

''ہمیشہ پھر سارے مجھے ہی کہتے ہیں کہ میں کوئی کام ٹھیک سے نہیں کرتی لیکن اب آپ بتائیں خالہ یہ کس کی غلطی ہے۔''

حبیبہ نے سویٹ کارن کاٹن باؤل میں الٹتے ہوئے ایک تنقیدی نظر اس کے چہرے پہ ڈالی۔

''اس کم بخت بیوٹیشن کی، ذرا جو فرق پڑا ہو چہرے پہ۔ ویسا کا ویسا مرجھایا ہوا، بدرنگ۔''

''آپ کے اس ہونہار شاہ رخ نے بیوٹی پارلر کا نہیں آئس کریم پارلر کا ایڈریس بتا دیا تھا۔ ٹائم بھی ویسٹ ہوا اور ٹیکسی کا کرایہ بھی۔''

''ایک تو یہ شاہ رخ، پوری بات کبھی سنتا ہی نہیں۔''

''غلط.... بالکل غلط... سدرہ باجی نے پوری بات کی کب تھی، آدھی کی تھی۔ صرف پارلر کہا تھا، بیوٹی پارلر نہیں۔''

وہ جو گھنٹہ بھر سے مل کے نہیں دے رہا تھا، نجانے کس کونے سے برآمد ہو گیا۔

''انتہائی ناکارہ انسان ہو تم، ایک نمبر کے نکمے اور بے کار۔ یہیں کہیں چھپے سب دیکھ رہے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ کب سلاد وغیرہ بن جائے، تب تم اپنے بل سے باہر نکلو۔ مین آئٹم تو میں آرڈر کر آئی ہوں، کم از کم یہ تو بنا لیتے۔''

''ہیں جی....؟ آئٹم بھی ہوں گے.... واہ جی.... وہ والا آئٹم ضرور ہونا چاہیے۔''

''یہ شاہ رخ کی کون سی فلم کا گانا ہے؟''

''شاہ رخ کا نہیں جی، راکھی ساونت کا۔''

''لاحول ولا.... مری ہوئی بلی کی شکل یاد دلا دی۔'' حبیبہ نے ابکائی روکی۔

''دفع ہو جاؤ تم اور آج سارا دن گھر میں قدم نہ دھرنا۔''

''چھٹی لے کر پنڈ چلا جاؤں؟'' وہ پھیل گیا۔

''میں نے صرف دن کی بات کی ہے۔ شام کو مہمان آ رہے ہیں، تب تک مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔ خواہ مخواہ میرا خون جلتا ہے، جاؤ۔''

''ہر گھڑی بدل رہی ہے روپ زندگی۔''

وہ آہیں بھرتا کچن سے نکلا، کچن کے ساتھ بنے دروازے کو کھول کے عقبی برآمدے کی جانب نکلا، جہاں اس کا کوارٹر تھا، وہاں سے اپنی چادر اٹھائی اور سیدھا لان....

''کل ہو نہ ہو....''

منہ اٹھائے گاتے گاتے وہ رکا.. اِدھر اُدھر دیکھا...

''نہیں، باجی نے گھر سے باہر جانے کا کہا تھا۔ اور لان میرا خیال ہے گھر کے اندر ہی ہے... چل بھئی شاہ رخ۔''

وہ چادر اٹھائے گیٹ سے باہر نکلا یہ گھر اسٹریٹ کی ڈیڈ اینڈ پہ تھا اس لیے ٹریفک برائے نام تھی۔ اکا دکا کوئی گاڑی کسی نہ کسی گھر میں آتی دکھائی دیتی.. وہ بھی دوپہر کے اس وقت کہیں نظر نہ آتی۔ ہر سو سکون تھا۔ اس نے آرام سے گھر کی بیرونی دیوار کے ساتھ بنے گرین ایریا میں پاؤں پسارے اور سر سے پیر تک چادر اوڑھ کے لیٹ گیا۔

☆☆☆

وہ دونوں ہارس رائڈنگ کے لیے بھاؤ تاؤ کر رہے تھے۔

''بھائی.. او بھائی..! ہم تمہارا گھوڑا خریدنے کی بات نہیں کر رہے۔ صرف پندرہ منٹ اس پہ ''جھولے'' لینا چاہتے ہیں۔''

''جی میں بھی پندرہ منٹ کی سواری کا ریٹ ہی بتا رہا ہوں۔ دو سو روپے فی کس۔''

''یہ سرکاری شہر ہے دوست... دارالحکومت... ادھر ہر بندہ اپنی حکومت چلاتا ہے اور اپنے دام

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

لگتا ہے۔"

علی معاملہ ختم کرانے کی نیت سے کہا اور دو سو روپے نکال کے گھوڑے والے کے ہاتھ پہ رکھے۔

اب وہ اچھل اچھل کے گھوڑے پہ چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یار! تم تو ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ تمہیں دیکھ کے گھوڑا نروس ہو رہا ہے۔" اپنی خجالت وہ مقبول پہ نکالنے لگا۔

"رائڈنگ تمہیں نہیں آتی اور شرمندگی مٹانے کے لیے گھوڑے کو نروس کر رہے ہو۔"

"مجھے تو ایسی رائڈنگ آتی ہے کہ خود گھوڑے کو بھی نہیں آتی ہوگی لیکن یہ اس وقت واقعی ٹینشن میں لگ رہا ہے شاید اس بے چارے کو ڈر ہو کہ تم اس پر بیٹھنے کی کوشش نہ کرو۔"

"مرو پھر تم اکیلے۔" مقبول واقعی مائنڈ کر گیا اور رخ موڑ کے تیز تیز چلنے لگا۔ علی کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ اس نازک موقع پر وہ اس کا روٹھنا افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

"یار ایک تو تم ڈاکٹروں کا سینس آف ہیومر بہت ویک ہوتا ہے ہر بات پہ منہ لٹکا لیتے ہو۔"

"تم میرے لٹکے ہوئے منہ پہ نہیں، اپنے چڑھے ہوئے منہ پہ غور کرو اس شکل کے ساتھ جاؤ گے لڑکی دیکھنے؟"

"نہیں شکل اتار کے گھر رکھ جاؤں گا...او..نہیں یار، شکل ساتھ نہ لے کر گیا تو لڑکی کیسے دیکھوں گا.. آنکھیں تو شکل پہ ہی لگی ہوئی ہیں۔"

"بونگیاں مارنی بند کرو۔" مقبول اس بار چڑ گیا۔ صبح سے اس کی بے سر پیر کی سن بھی رہا تھا اور برداشت بھی کر رہا تھا۔

"یار! سچ بتاؤں...میں خاصا نروس ہو رہا ہوں اور اسی گھبراہٹ کو چھپانے کے لیے اونگیاں بونگیاں جھاڑ رہا ہوں۔" علی نے سچ اگلا۔

"اس سے تو اچھا ہے تم اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کا تکلف نہ ہی کرو۔ گھبرائے ہوئے تم کم بے وقوف لگو گے۔"

"یار! سچ سچ بتانا۔ میں واقعی بے وقوف لگ رہا ہوں؟"

"نہیں....لگ نہیں رہے۔"

مقبول نے چبا چبا کر کہا۔ "کیا مطلب؟" وہ مشکوک ہوا۔

"میرا مطلب ہے۔ بے شک ہو مگر صد شکر دیکھنے میں اتنے نہیں لگتے۔ بچت ہو جائے گی۔ اچھے خاصے لوگ دھوکا کھا جائیں گے۔"

"دراصل اس سے پہلے میں نے کبھی لڑکی نہیں دیکھی۔" وہ شرمایا۔

"کیوں جھوٹ بک رہے ہو کو ایجوکیشن میں پڑھے ہو اور لڑکی نہیں دیکھی۔ آنکھوں پہ پٹی باندھ کے جاتے تھے کالج اور یونی ورسٹی۔"

"میرا مطلب ہے میں نے کبھی رشتہ...یعنی شادی کی نیت سے پسند کرنے کے لیے کوئی لڑکی نہیں دیکھی۔ یہ میرا پہلا موقع ہے۔"

"میرا بھی۔"

"تمہارا؟"

"ہاں میرا بھی پہلا موقع ہے کسی لڑکے کو لڑکی دکھانے کے لیے لے کر جانے کا.... میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی میں کبھی یہ کام بھی کرنا پڑے گا۔"

"وہ مہر آپا..ان کا تو تمہیں پتا ہے۔ ہر طرف سے اطمینان کرتی ہیں پھر ہی کوئی قدم اٹھاتی ہیں۔ مجھے وہاں بھیجنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے انہوں نے تمہیں تیار کیا میرے ساتھ جانے کے لیے۔"

"ہاں، میں تو جیسے بڑا تجربہ کار ہوں دو بیٹیاں اور تین بیٹے بیاہ چکا ہوں۔"

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"کتنے دور اندیش ہو تم میرے دوست۔ ابھی شادی تمہاری ہوئی نہیں اور بچوں کی تعداد بھی سوچ رکھی ہے... پانچ... دو لڑکیاں... تین لڑکے... ویسے یار آج کے زمانے کے لحاظ سے پانچ بچے زیادہ نہیں ہیں؟"

"دو تم گود لے لینا... کیونکہ جس طرح تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو اس سے تو یہی لگتا ہے نہ تم رشتہ دیکھنے جاؤ گے نہ تمہاری شادی ہوگی.. نہ بچے، پھر تمہاری سونی زندگی میں رنگ بھرنے کے لیے میرے پانچ بچوں میں سے ہی ایک دو کام آ جائیں گے۔"

"یہ بتاؤ.. کیا پہن کے جاؤں؟"

ہوں.. یہ سوال غور طلب ہے۔"

"پھر کرو۔"

"غور"

"کر لیا"

"اچھا؟ کیا پہنوں؟"

"کپڑے۔"

"چند سیکنڈ علی اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر ممنون انداز میں اس کے ہاتھ تھام کے ان کی پشت پہ بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

"پیر و مرشد... آپ نہ بتاتے تو میں تو وہاں پتے باندھ کے جانے والا تھا۔"

☆☆☆

"ہیں ... یہ کیا چیز ہے؟"

"دونوں ٹھٹک کے رکے تھے۔

"چیز نہیں، انسان ہے۔" علی نے ذرا آگے ہو کر غور سے جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر چادر کا کونا ذرا

سا اٹھا کے دیکھنے کے بعد دوبارہ منہ ڈھکتے ہوئے اضافہ کیا۔

"بلکہ ہے نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟... پڑا پڑا انسان سے مگرمچھ ہو گیا ہے...؟"

"نہیں یار... بے چارہ شاید کسی لمبے سفر پہ جا رہا تھا۔ تھک کے لیٹا اور یہیں ہارٹ فیل ہو گیا۔"

"پیچھے ہٹو، مجھے دیکھنے دو... مقبول کے اندر کا ڈاکٹر جاگا۔" شاید یہ ابھی زندہ ہو اور اسے میری ٹریٹ منٹ کی ضرورت ہو۔"

"یار! خدا کا واسطہ ہے، مرے ہوؤں کو تو بخش دو۔ زندوں کو تمہاری ٹریٹ منٹ جہاں پہنچاتی ہے۔ یہ آل ریڈی وہاں جا چکا ہے۔ اب اسے اور کتنا آگے پہنچاؤ گے۔ فی الحال اسے کسی اور چیز کی ضرورت ہے۔"

"کس کی۔"

"سواری کی..." علی نے جھلا کر کہا پھر جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"ظاہر ہے، پیسوں کی۔"

"مگر تم خود ہی کہہ رہے ہو کہ یہ اوپر جا چکا ہے پر وہاں خرچہ پانی کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہاں جانے کا کرایہ ہے یہ.. بے چارہ لاوارث، مسافر آدمی ہے... میرا مطلب ہے، تھا۔ اس کے کفن دفن کے کام آئے گا... چلو ہم گھر ڈھونڈیں۔"

"یار مقبول! تم سمجھتے کیوں نہیں۔ ہمیں اس لاوارث لاش کے پاس دیکھ کے کسی کے اندر کا پولیس والا بے چین ہو کر جاگ گیا تو لمبے چکر میں پڑ جائیں گے۔ ارے...!"

بات کرنے کے دوران وہ تیزی سے آس پاس کے گھروں کے نمبرز پڑھنے میں مصروف تھا۔

"ارے یہی تو ہے ہاؤس نمبر الیون۔"

دو چار قدم آگے بڑھا۔

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

''اوئے ہوئے... یہ تو بڑی بدشگونی ہوگئی۔تم جس گھر پہ رشتہ دیکھنے آئے ہو اسی کے باہر لاش...''

''تم ذرا انڈین ڈرامے کم دیکھا کر... ہونہہ... بدشگونی۔''

اس نے کال بیل دبانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ مقبول نے روک دیا... ''ایک منٹ۔''

علی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اچھے کام کے لیے جارہے ہو۔پہلے ایک اچھا کام کرتے جاؤ۔''

''کیوں نہیں...''علی نے بلاتوقف اسے گلے لگالیا۔''بس...؟اب خوش؟''

''بے وقوف انسان میں اس کی بات کررہا ہوں۔''مقبول نے ذرا فاصلے پر پڑے اس وجود کی جانب اشارہ کیا۔

''میں ایک ڈاکٹر ہوں مجھے چیک کرنا چاہیے تھا کہ اس کی موت کس وجہ سے ہوئی اور یہ کہ اسے فوت ہوئے کتنی دیر گزری ہے۔''

''یار میری سمجھ میں نہیں آتا، ان سب کا فائدہ کیا ہے۔مرنے والا مرگیا۔تم نے اپنی ڈاکٹری ضرور کانی ہے۔ ہم [illegible] تو آئے ہیں پیسے۔''

''وہ مرا ہوا آدمی خود جا کے کفن خریدے گا؟''

''یار...واقعی یہ تو ہے ہم نے تو بے حسی کی انتہا کردی۔''کم ازکم فاتحہ تو پڑھنی چاہیے تھی۔''

''اور اس کی تلاشی لے کر اس کا ایڈریس وغیرہ بھی معلوم کرنا چاہیے۔چلو آؤ۔''

دونوں دوبارہ مڑے۔

''بھائی صاحب...ایک منٹ بات سنیں۔''

مقبول نے حیرت سے علی کو دیکھا جو پاس سے گزرتے ایک شخص سے رکنے کی استدعا کررہا تھا۔

''یہ بے چارہ شخص مسافر تھا...اور دل کا مریض بھی...اس وقت اس کی لاش لاوارث پڑی ہے۔اگر

آپ کچھ امداد کردیں گے تو اس کے اپنے اس کا آخری دیدار کرلیں گے۔''

اس شخص نے تعجب بھری نظر سے علی کے لشکتے، سوٹڈ بوٹڈ سراپے کو دیکھا اور کچھ تذبذب کے ساتھ والٹ سے سوسو روپے کے دو نوٹ نکال کر نیچے رکھ دیے۔

خولہ نزدیکی اسٹور سے بیکنگ پاؤڈر لے کر واک کرتی واپس آرہی تھی جب گھر کے قریب ہی ان دو لڑکوں میں سے ایک نے اسے روکا۔

''مس...!ہم اس لاوارث لاش کے لیے چندہ مانگ رہے ہیں۔''

''میرے پاس رکھوا کے گئے تھے آپ اپنی چندا؟''

وہ بھی خولہ تھی۔الٹا سوال کرکے دونوں کو بغلیں جھانکنے پہ مجبور کردیا۔

''اور یہ جو مرگیا ہے، یہ اب چندا کا کرے گا کیا...؟آپ کو لینی ہے تو آپ اپنے لیے مانگیں۔ ہونہہ۔''

وہ ان دونوں کو ہکا بکا چھوڑ کے آگے بڑھ گئی۔

''ارے..کمال لڑکی ہے۔''علی بڑبڑایا۔

''وہی ہے... یار یہ تو وہی ہے..''مقبول نے اسے ہاؤس نمبر الیون کے گیٹ کے اندر جاتے دیکھ کر نعرہ لگایا۔

''وہی تو میں کہہ رہا ہوں...کمال...''علی کی نظروں نے بھی یہ منظر دیکھا اور اس کے باقی کے الفاظ لبوں کے پیچھے دم توڑ گئے۔

''مارے گئے۔''

''سو فیصد مارے گئے۔اب اس لاوارث لاش کے نہیں بلکہ اپنے کفن دفن کے انتظامات کے بارے میں سوچو۔''

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"دادو کہتی تھیں جب کوئی انسان ہدایت پاتا ہے اور نیکی کے رستے پہ چلتا ہے تو شیطان بھیس بدل بدل کے اس کا رستہ کھوٹا کرتا ہے اور اسے بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔"

"مصیبت کے وقت نانی یاد آتی ہے یہ تو سنا تھا تمہیں دادو یاد آرہی ہیں۔"

"مجھے اب احساس ہو رہا ہے کہ وہ کتنا سچ کہتی تھیں۔ دیکھو۔ ہم نیکی کا کام کر رہے تھے۔ اس لڑکی کی وجہ سے یا رشتہ طے نہ ہو سکنے کے ڈر سے میں اس مسافر کی لاش لاوارث نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ ایک نئے عزم سے مڑا اور پاس سے گزرنے والے ایک اور شخص کو روکا۔

"ایکسکیوزمی انکل!"

☆☆☆

"آپ کو پتا ہے، ہمارے گھر کے باہر کیا ڈرامہ ہو رہا ہے۔" خولہ نے اندر آتے ہی دھماکا کیا۔

"اسٹریٹ تھیٹر؟" سدرہ ایکسائیٹڈ ہوئی۔

"وہ کالی کوٹھی والوں کا مالی ہوگا۔ ہر تیسرے دن اسٹریٹ میں مجمع لگا کے بیوی سے لڑتا ہے۔ گھٹیا شخص۔" حبیبہ نے ان کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"باہر دو ہینڈسم گائز کسی لاوارث لاش کے لیے چندہ اکٹھا کر رہے ہیں۔"

"بے وقوف ہیں... ایدھی والوں کو فون کر دیتے..." حبیبہ نے رائے دی۔

"ان کا کہنا ہے کہ وہ نہ صرف اس کے کفن دفن کا انتظام کر کے دفنانا چاہتے ہیں بلکہ اس کے گھر تک بھی اسے پہنچانا چاہتے ہیں... اس کے خاندان والوں کے پاس۔"

"ہیں کون سر پھرے... چلو دیکھتے ہیں۔" حبیبہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"رہنے دیں... خالہ... بے کار میں دو تین سو دینے پڑیں گے۔"

سدرہ نے آلکسی دکھائی۔

☆☆☆

"کہاں ہیں دونوں ہینڈسم؟"

حبیبہ نے باہر نکل کے گردن گھما گھما کے چاروں طرف دیکھا۔

کسی ذی روح کا نام و نشان نہ تھا۔

"ابھی تو یہیں تھے.. وہ لاش... وہ رہی۔"

اس کی نشان دہی پہ حبیبہ نے دیکھا....

"اوہو... اسے بھی ہمارے گھر کے سامنے ہی مرنا تھا۔"

وہ بڑبڑائی تو خولہ نے ناپسندیدہ نظروں سے اسے گھورا۔

"حد ہے بے حسی اور سفاکی کی۔"

"تمہیں میری بات پہ اعتراض ہے تو تم اسے اپنے گھر کے سامنے لے جا کے مار دو۔"

"یہ چادر تو ہمارے گھر کی ہے۔" حبیبہ پر تجسس انداز میں آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

اس نے پیروں کی جانب سے چادر کا ایک کونا اٹھا کر چیک کیا۔ ہاں، یہ نشان بھی ہمارے لانڈری والے کا ہے۔ کیا ڈھیٹ چور ہے، چوری کی چادر لیے مزے سے مر گیا۔"

"مجھے تو لگتا ہے۔ یہ پورا گینگ ہے۔ پلاننگ کے ساتھ کسی نہ کسی ایریا میں یہی ڈرامہ کرتے ہوں گے۔ دو تین گھنٹے اسی بہانے وہاں گزارنے کا موقع مل جاتا ہوگا۔ سارے بھید لے کر پھر کرتے ہوں گے واردات۔"

وہ دور کی کوڑی لائی جس پہ حبیبہ فوراً متفق ہوگئی۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو۔ کیا غضب کا شاطرانہ دماغ پایا ہے ان لوگوں نے۔ کوئی شک بھی نہیں کرتا

وقار عظیم ۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ہوگا۔ الٹا دوسروں کی ہمدردی وصولتے ہوں گے۔"

"اب کیا کریں؟" خولہ نے مستعدی سے پوچھا جیسے حبیبہ کا اذن ملتے ہی وہ جرائم پیشہ عناصر پہ ہلہ بول دینے والی ہو۔

"اب..." حبیبہ نے پل بھر کے لیے سوچا، پھر فیصلہ سنا دیا۔

"اب ہم جا کے شاور لیتے ہیں اور تیار ہوتے ہیں۔ مہمان آنے ہی والے ہوں گے۔"

"حد کرتی ہیں آپ۔ آپ کے ہمسائے میں اس وقت کسی کے سر پہ خطرے کے بادل منڈلا رہے ہیں اور آپ کو شاور لے کر تیار ہونے کی پڑی ہے۔"

"تو اور کیا کروں۔ گھر گھر جا کے دروازے کھٹکھٹاؤں۔" وہ چڑ گئی۔

"اس لاش کی تلاشی لیتے ہیں۔"

"دماغ خراب ہے تمہارا؟" حبیبہ نے یہ آئیڈیا مسترد کر دیا۔ "اب میں لاشوں کی تلاشی لیتی پھروں... پھر کہو گی، اس کا پوسٹ مارٹم بھی کر ڈالتے ہیں۔"

"آپ رہنے دیں... میں خود دیکھتی ہوں... شاید اس کی جیب سے ان مجرموں کا کوئی سراغ نکل آئے۔"

خولہ آستینیں پلٹتی بڑے جوش سے آگے بڑھی۔

"میری چادر بھی لے لینا۔"

"یہ دیکھیں... سو سو کے بے شمار نوٹ... پانچ پانچ سو اور ہزار کے بھی اکا دکا پڑے ہیں.. سب آپ جیسے سنگ دل نہیں ہیں۔"

وہ ابھی چادر پرے کرنے ہی والی تھی کہ عقب سے شور سا مچا۔

"چور.... چور... پکڑ لیا۔"

اس نے گھبرا کے دیکھا.. وہی دونوں ہینڈسم سر پہ کھڑے تھے۔ حبیبہ بھی منہ کھولے پچوایشن کی تبدیلی

نوٹ کر رہی تھی۔

"رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔" علی نے نعرہ لگایا۔ مقبول بھی تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"لوگ ہم ڈاکٹروں پہ خواہ مخواہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم مریضوں کی کھال اتارتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے لوگ کہ کچھ آپ جیسے ہنر مند بھی ہوتے ہیں جو مردوں کی چادر تک اتار لیتے ہیں۔"

"اور آپ جو زندہ لوگوں کی جیبیں خالی کروا رہے ہیں۔ وہ کس کھاتے میں جائے گا۔"

حبیبہ ہاتھ نچا کے کہتے میدان میں اتری۔

"اوہ.. یک نہ شد... دو شد... لگتا ہے ان کا پورا گینگ ہے۔" مقبول نے سر سے پیر تک حبیبہ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تو خولہ کے آگ لگ گئی۔

"ہمارا یا آپ کا؟ نوسر باز... فراڈیے۔"

"شش... چپ... مردے کے پاس کھڑے ہونے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔ خاموش رہیں آپ سب اور فاتحہ پڑھیں اس بیچارے کے ایصال ثواب کے لیے۔ اس کے بعد یہ طے کریں گے کہ اس لاش پہ کون اپنی دکان چمکا رہا ہے۔"

اس نے دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا... اس کی دیکھا دیکھی... یا شرما شرمی... باقی تینوں نے بھی ہاتھ اٹھا لیے۔

"ہیں... اتنی خاموشی کیسے ہو گئی..." شاہ رخ نے بڑبڑا کے چادر پرے سرکائی...

"جب تک میرے سرہانے کھپ نہ پڑی ہو، سواد کی نیند نہیں آتی۔"

اس کی بڑبڑاہٹ پہ چاروں نے بیک وقت اپنی آنکھیں کھولیں۔ وہ کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ رہا تھا۔

چاروں نے بے ساختہ چیخیں ماریں۔ حبیبہ نے پہلی چیخ کے دوران ہی شاہ رخ کے شرمندہ چہرے کو دیکھا اور وہیں فل سٹاپ لگا دیا۔

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

''شاہ رخ تم؟''

''جی۔ بی بی جی...!'' وہ شرمندگی سے کان کھجانے لگا۔

''تو آپ دونوں ساتھی ہیں؟'' علی نے حبیبہ کو گھورا۔

''نہیں جی....ساتھی کہاں...یہ مالک...میں نوکر ذات۔''

''اور کتنے لوگ ہیں آپ کے گروہ میں؟''

''یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟''

''وہی جو سچ ہے۔ آپ لوگ سیدھے سادے لوگوں کے جذبات سے کھیل کر پیسے بٹورتے ہیں۔''

''نہیں جی۔ آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔'' شاہ رخ نے اپنی دانست میں معاملہ کلیئر کرنا چاہا۔ یہ تو صرف لڈو کھیلتی ہیں اور اس پہ بھی پیسے کبھی نہیں لگاتیں۔ توبہ توبہ۔ وہ تو جواء ہوتا ہے۔ مجھے بھی یہ میچ پہ پیسہ لگانے سے منع کرتی ہیں۔ یہ صرف بوتلوں کی شرط لگاتی ہیں۔ جو ہارتا ہے وہ بوتلیں پلاتا ہے۔''

''فی الحال تو آپ ہمیں بوتلیں پلائیں...کیونکہ اتفاق سے ہم آپ کے مہمان ہیں۔''

''کیا؟ کیا مطلب؟'' حبیبہ کے کان کھڑے ہوئے۔

''کیا آپ....علی....مہر باجی...''

''جی....میں ہوں مہر آپا کا بھائی علی....''

''اور آپ؟'' مقبول نے باری باری دونوں کے چہرے دیکھے۔

☆☆☆

''یار! مجھے تو یہ دونوں پسند آئی تھیں مگر افسوس ان میں سے ''وہ'' کوئی نہیں ہے۔''

حبیبہ کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے علی نے مقبول کے کان میں سرگوشی کی۔

''تم افسوس نہیں، شکر ادا کرو۔ ایک تم سے عمر میں زیادہ تھی اور دوسری اسٹیمنا میں...تم نے دیکھا نہیں،

لیے کرکس کے میدان میں اتری تھی۔''

علی خاموش رہا...مگر اس کا دل کہہ رہا تھا۔

''یہی جی داری تو جی کو لگی ہے۔''

''آؤ سدرہ!'' حبیبہ کی آواز پہ اس نے چونک کے سر اٹھایا۔

بلاشبہ وہ بے حد حسین تھی۔ خولہ سے کم۔ یا اس سے زیادہ۔

یہ تو وہ طے نہیں کر پایا...مگر ایک بات وہیں بیٹھے بیٹھے طے ہو گئی کہ آنے والی چاہے اس سے لاکھ درجے زیادہ حسن ہی کیوں نہ لے آتی۔ وہ خولہ کے اس تاثر کو علی کے دل سے مٹا نہیں سکتی تھی۔ جو اس پہلی ملاقات میں اس پہ نقش ہو گیا تھا۔

''یہ ہے میری بھانجی سدرہ....نفیسہ باجی کی بیٹی؟''

حبیبہ کی گھاگ نظروں نے فوراً علی کی ادھر ادھر بھٹکتی نگاہوں کے رنگ ڈھنگ بھانپ لیے، اس لیے ذرا تفصیلی تعارف کرایا اور وہ بھی وارننگ دیتے۔ کچھ باور کراتے الفاظ میں۔

''اور سدرہ...یہ علی ہیں۔ تمہاری امی کی دوست مہر کے بھائی اور یہ...''

حبیبہ نے اچٹتی سی نگاہ مقبول پہ ڈالی۔

''ڈاکٹر مقبول...'' اس نے خود اپنا تعارف کرایا۔

''آپ مریضوں میں خاصے مقبول ہوں گے۔'' خولہ نے پوچھا۔

''صرف مریضوں میں نہیں، ان کے لواحقین میں بھی۔''

سدرہ اکڑی اکڑی بیٹھی رہی۔ پتا نہیں اس کا موڈ کس وجہ سے خراب تھا۔

☆☆☆

''مجھے نہیں کرنی اس سے شادی۔''

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

اس نے صاف انکار کر دیا۔

"وجہ؟ کسی اور کو پسند کرتی ہو کیا؟" حبیبہ نے کھوجنے والی نظروں سے دیکھا۔

"اگر میں کہوں ہاں تو کیا کریں گی آپ؟" سدرہ نے ٹٹولنا چاہا۔

"چھترول" حبیبہ نے مکمل سکون سے جواب دیا۔

"پھر تو اچھا ہی ہے کہ میرے پاس جواب میں صرف ایک ناں ہے۔"

"مگر میں باجی کو کیا جواب دوں گی؟"

"ٹکا سا" خولہ نے لقمہ دیا۔

"ہاں تا کہ دس دس باتیں سنوں۔ دیکھ لینا۔ تمہارے اس انکار کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑے گا۔"

اور حبیبہ کے یہ خدشے بے بنیاد نہ تھے۔ جیسے ہی سدرہ نے اپنا انکار نفیسہ تک پہنچایا، اسے تو انہوں نے "تفصیل میں بعد میں پوچھتی ہوں" کہہ کر لائن میں رکھا اور حبیبہ کو فون پر بلا لیا۔

"مگر باجی میں۔"

"میرا اس میں کیا قصور؟"

"آپ میری بات تو سنیں۔"

"آپ پہلے اپنی بیٹی سے تو..."

"میں نے تو پوری کوشش کی تھی مگر سدرہ خود..."

"بس بھی کیجیے... میں کہتی جا رہی ہوں اور آپ..."

"بہت ہو گیا.... اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی ہوں میں۔"

پہلے من من کر کے وضاحتیں دینے کی کوشش کرتی حبیبہ بالآخر پھٹ پڑی اور کھڑاک سے ریسیور کریڈل پہ رکھ دیا۔

خولہ اور سدرہ متوحش انداز میں اسے دیکھ رہی تھیں جس کے چہرے پہ زلزلے کی سی کیفیت تھی۔

"اب سارا زلزلہ مجھ پر گرے گا۔"

سدرہ نے خولہ کے کان میں سرگوشی کی مگر اس کے اندیشوں کے برعکس حبیبہ اس پہ جھپٹنے کے بجائے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا کے رونے لگی۔

"خالہ..." خولہ کو تو حیرت ہوئی سو ہوئی۔ سدرہ بھی حیران رہ گئی۔ اس نے اپنے ہوش میں پہلی بار اسے اس طرح ٹوٹ کے روتے دیکھا تھا۔

"ہمیشہ میری بے عزتی ہی کیوں ہوتی ہے؟ میں ہی کیوں سارے خاندان میں تنکے سے ہلکی ہوں۔ امیہ مجھ سے تین سال چھوٹی ہے مگر شادی کے بعد اسی مدبر بنی پھرتی ہے۔ کسی کی مجال نہیں جو اسے کچھ کہہ دالے۔ بڑے بہن بھائیوں، بھابیوں سب کو ڈر رہتا ہے اس کی دل آزاری کا.... اس کے شوہر کی نازک مزاجی کا... ناپ تول کر بولا جاتا ہے اس کے سامنے... مگر میں... میرے سامنے جس کا جی چاہتا ہے بھڑاس نکال لیتا ہے پتا ہے ناں کہ ناراض ہو کر بھی گئی تو کہاں جائے گی... اپنا گھر بار... کہاں ہے اس کا... بس یہ مکان ہے۔ صرف مکان.... اس کو جو مرضی کہہ لو..."

وہ روتی جا رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی۔ خولہ اور سدرہ تو اسے چپ کرانا تک بھول گئیں۔

"پہلے اسلم بھائی کی بنیلہ شوہر سے لڑی اور سیدھی میرے پاس آئی۔ اب بھلا بتاؤ... تین سال ہوئے اس کی شادی کو۔ شادی والے دن سے لے کر اس دن تک نہ میں نے اس کی شکل دیکھی نہ اس نے میری... عید شب برات پہ فون کر لیتے تھے بس، کیا میں اس کے گھر گئی تھی دونوں کے رشتے میں دراڑ ڈالنے، کیا میں نے اس سے کہا تھا شوہر سے لڑ کے اس کا گھر چھوڑ دے۔ کیا میں نے اسے دعوت دے کر بلایا تھا؟ پتا نہیں اسے کیا سوجھی کہ ماں باپ کے گھر جانے کے بجائے کراچی سے سیدھی میرے پاس آ گئی۔ میں اسے گھر سے تو نکال نہیں سکتی تھی بس یہی ایک قصور ہوا تھا مجھ سے مگر وہ وہ باتیں سارے خاندان نے سنائیں کہ بس.... سب کا کہنا

تھا کہ اس کا گھر بگاڑنے کی ذمہ دار میں ہوں۔ بھابی نے جھولی پھیلا پھیلا کے مجھے کوسنے دیے اور اس وقت سب کو یہ بھول گیا کہ اس کی شادی کا آدھے سے زیادہ خرچا میں نے اٹھایا تھا، اس لیے نہیں کہ مجھے نبیلہ سے خصوصی محبت تھی، اس لیے بھی نہیں کہ اسلم بھائی کے مالی حالات سے مجھے زیادہ ہمدردی ہو چلی تھی اور اس لیے بھی نہیں کہ نیکیاں کمانے کا شوق ہو رہا تھا مجھے، بلکہ اس کی وجہ بڑی کمینی اور خودغرض سی تھی۔ میں کسی بھی طرح اپنے بہن بھائیوں کی نظروں میں اٹھنا چاہتی تھی۔ چاہے پیسہ خرچ کر کے ہی سہی مگر ہر بار کسی نہ کسی قصور کو میرے کھاتے میں ڈال کے یہ لوگ مجھے پھر نظروں سے گرا دیتے ہیں۔"

سدرہ تو گم صم کھڑی تھی، خولہ نے ہی ہمت کر کے اسے پانی کا گلاس دینا چاہا لیکن حبیبہ جیسے اس وقت اپنے آپ میں نہیں تھی۔ ہمہ وقت خود پہ سات سات پردے گرا کر رکھنے والی آج اپنی ذات کے سارے بھرم خود کھول رہی تھی۔

"بیوہ سمجھ کے بھی عزت دینے پہ تیار نہیں ہے۔ بیوہ سمجھتے جو نہیں۔ بیوہ ہونے سے پہلے ہی شوہر سے الگ جو رہ رہی تھی، اس کے آخری دن تک وہاں پڑی اس کے جوتوں میں رل رہی ہوتی۔ اس کی موت پہ دھاڑیں مار مار کے، خاک بالوں میں ڈالتے ہوئے بین کیے ہوتے۔ اس کے جانے کے بعد سفید کفن سے دوپٹے اوڑھ کے اجڑی رہا کرتی تو شاید بڑی، معتبر، بڑی مہان، بڑی عظیم کہلاتی سب کی نظروں میں۔ میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں نے شوہر کی موت کے بعد اپنی زندگی ختم نہیں کی۔ رنگ اوڑھے رکھے۔ قہقہوں سے دوستی کیے رکھی۔ کیوں نہ کرتی اور کون تھا میرے پاس۔ کیا تھا زندگی گزارنے کے لیے۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں، اپنی فیملی کے ساتھ اپنی زندگیاں جی رہے تھے۔ میں نے سہارہ لینے کے لیے خوشی سے، ہنسی سے رنگوں سے رشتہ جوڑ لیا تو کیا برا کیا؟ مگر میرا یہ قصور کوئی معاف نہیں کرتا۔ نئے سے نیا الزام لگایا جاتا ہے مجھ پہ۔ اب شادی سدرہ کو نہیں کرنی مگر اس کا دماغ خراب کرنے کا سہرا میرے سر باندھا جا رہا ہے۔ پوچھو اس سے، یہ کھڑی ہے سامنے۔ کب میں نے اسے پاس بٹھا کے اپنے شوہر کے مظالم کے سچے یا جھوٹے قصے سنائے ہیں کب اسے

مردوں کے خلاف ورغلا کے شادی نہ کرنے پہ اکسایا ہے؟ کب اس کے سامنے اپنی خودمختار اور آزاد زندگی کے گن گائے ہیں، پوچھو اس سے اور بتاؤ یہ کہ یہ جرم مجھ پہ بھی ابھی ابھی عائد کیے گئے ہیں، اس کی ماں کی جانب سے جو میری سگی بہن ہے۔" وہ روتے روتے نڈھال ہو گئی۔

سدرہ نے ہتھیلی کی پشت سے اپنے چہرے کو رگڑا جو نجانے کب اور کیسے آنسوؤں سے بھیگ گیا تھا اور حبیبہ کے گلے لگ گئی۔

☆☆☆

"ہیلو گرلز....." رات وہ حبیبہ کو ہی ڈسکس کرتے کرتے خاصی دیر سے سوئی تھیں۔ سدرہ کو اب تک انہیں نہ سمجھنے کا ملال تھا جبکہ خولہ کو یہ اطمینان کہ کم از کم وہ اپنے خول سے باہر تو آئی۔ پتا نہیں کس وقت آنکھ لگی تھی کہ حبیبہ کی آواز پہ دونوں نے مشکل سے آنکھیں کھولیں۔

"ہیلو گرلز... اٹھو..... یہ کوئی وقت ہے سونے کا۔ جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے اور تم دونوں بھی کھو رہی ہو۔ ایک بے حد خوش گوار اور سہانا دن، جلدی باہر آؤ۔ بارش بس اترنے ہی والی ہے اور بارش کے پہلے پہلے قطروں کو ہتھیلیوں پہ بھرنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔"

دونوں حیرت سے اسے مسلسل بولتے دیکھ رہی تھیں۔

کھلتے ہوئے زرد لباس پہ سفید دوپٹہ جس پہ زرد، سبز اور سرخ رنگ کے پھول ٹنکے تھے، اوڑھے وہ بے حد فریش لگ رہی تھی۔ چمکتی جلد والے تروتازہ چہرے پہ رات والے اضمحلال کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ہیرے کی کنی سی جگمگاتی آنکھوں کو دیکھ کے گمان تک نہ ہوتا تھا کہ کل یہ گنگا جمنا بہا رہی تھیں۔

"میں نے شاہ رخ سے کہہ کر پکوڑے بھی بنوائے ہیں۔"

"پکوڑے اور وہ بھی صبح نو بجے؟"

"شاید تم نے غور سے سنا نہیں۔ میں نے کہا ہے کہ شاہ رخ سے بنوا رہی ہوں۔ اگر نو بجے بنانا شروع

کرے گا تو بارہ بجے تک ملیں گے۔"

اپنی بات کے اختتام پر اس نے خود ہی ایک جان دار سا قہقہہ لگایا۔

اور خولہ اور سدرہ جو رات دیر تک یہ طے کرنے میں مصروف رہی تھیں کہ ان میں سے کون حبیبہ کو اس ڈپریشن اور فرسٹریشن سے باہر لانے میں کامیاب ہوگا۔ اب کھسیائی سی ہنسی کے ساتھ اس کے زندگی سے بھرپور قہقہوں کا ساتھ دے رہی تھیں۔

☆☆☆

"واٹ...؟ آر یو میڈ؟"

"یس، آئی ایم... پیار میں انسان پاگل ہو ہی جاتا ہے۔"

"مائی گاڈ! ایک ملاقات کو تم پیار کا نام دے رہے ہو اور ملاقات بھی وہ جس میں تم دونوں نے ایک دوسرے پہ پنجے تیز کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔"

"پہلی ملاقات میں تم ایک مشرقی لڑکی اور مشرقی لڑکے سے اور کیا توقع رکھ سکتے ہو۔" علی شرمایا۔

"مشرقی....؟ یوں کہو کہ ایک مشرق دوسرا مغرب۔ تم دنوں میں کوئی ایک بھی قدر مشترک ہے؟"

"ہاں ہے۔" علی نے بلاتوقف کہا۔

"مثلاً..... ہاں .... اس کا نام بھی تین حرفی ہے اور میرا بھی۔ اس کے بال بھی کالے ہیں اور میرے بھی۔"

"ہاں اور اس کی بھی دو آنکھیں، دو کان اور ایک ناک ہے اور تمہاری بھی۔"

مقبول نے شرمندہ کرنا چاہا، وہ قدرے ہوا بھی۔

"یار! کیا کروں، محبت تو ایسے ہی ہوتی ہے اچانک۔ کسی وائرس کی طرح اٹیک کرتی ہے، اس کی کوئی خاص وجہ تو ہوتی نہیں جو میں بیان کروں۔"

"مگر اپنی مہر آپا سے تو تمہیں کچھ نہ کچھ بیان کرنا ہوگا۔ ان سے کیا کہو گے۔"

"ان سے....." اس نے ثانیہ بھر کو سوچا پھر کھل اٹھا۔ "ان سے کہہ دوں گا کہ سدرہ مقبول کو پسند ہے۔"

"ہرگز نہیں، مجھے قربانی کا بکرا بنانے کی ضرورت نہیں۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"دیکھو میرے دوست، تمہیں کہیں نہ کہیں تو شادی کرنا ہے، کبھی نہ کبھی گھر بسانا ہے پھر اب کیوں نہیں۔ سدرہ کیوں نہیں۔"

"کیوں کہ....." مقبول نے اسے اصل وجہ بتانے کا فیصلہ کر لیا۔

☆☆☆

"مہر کا فون آیا تھا۔" نفیسہ نے سرد لہجے میں سدرہ کو بتایا۔

"تو آپ نے بتا دینا تھا انہیں میرا جواب۔"

"اس کی نوبت نہیں آئی۔ اس نے پہلے ہی اپنا جواب سنا دیا۔" وہ خاصہ چبا چبا کے بولی۔

"یعنی میں بھی اسے پسند نہیں آئی۔" سدرہ چہک اٹھی۔ "دیکھا بھلا یہ رشتہ بھی جم سکتا تھا؟ نہ وہ مجھے پسند نہ میں اسے پسند۔"

"وہ تمہیں کیوں نہیں پسند آیا، یہ میں نہیں جانتی مگر تم اسے اس لیے پسند نہیں آئیں کہ تم نے اپنی دوست کو جو آگے آگے رکھا تھا، مہر بتا رہی تھی کہ علی کو خولہ پسند آئی ہے۔"

"واؤ..... مزا آئے گا۔"

"میں کیا تمہارے منہ میں نوالے بنا بنا کے ٹھونس رہی ہوں جو تمہیں مزے آ رہے ہیں۔ بے وقوف لڑکی، تمہاری سہیلی تمہارے ناک کے نیچے سے تمہارے لیے آیا رشتہ لے اڑی۔"

"ظاہر ہے، سہیلی جو ہوئی۔ دوست ہی مشکل میں کام آتے ہیں۔"

"میں نے کہا بھی تھا حبیبہ سے مگر اسے کیا۔ اس کی بلا سے رشتہ ہوتا نہ ہوتا، وہ کیوں خیال رکھتی اس

وقار عظیم ۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

بات کا کہ تمہارے رشتے کے لیے آئے لڑکے کے سامنے خولہ کو نہیں جانے دینا۔ ایسی نزاکتوں کا خیال تو ماں ہی رکھ سکتی ہے۔ میرا ہی دماغ خراب تھا جو میں نے اتنی بڑی ذمہ داری اسے سونپی، وہ اتنی ذمہ دار ہوتی تو اپنا گھر نہ بسا ہوتا اس کا۔"

"پلیز ماما! خالہ کو کچھ مت کہیں۔" سدرہ نے ناگواری سے ٹوکا۔

"کیوں نہ کہوں، اسی کی شہ ہوگی یہ اور میں بھی اب کچھ کچھ جاننے لگی ہوں، تم اس رشتے سے خوش کیوں نہیں تھیں۔ اپنی دوست کی ٹپکتی رال دیکھ لی ہوگی تم نے اور چلی ہوگی اس کا راستہ صاف کرنے اور وہ حبیبہ.... اس عمر میں بھی بچپنا نہیں جاتا اس کا۔ صرف لڑکیوں میں لڑکی بنے رہنے کے شوق میں ایسی حرکتیں کرتی ہے، اس بار آؤں تو اس سے تفصیلی دو دو ہاتھ کروں گی۔"

"کچھ نہیں کہیں آپ خالہ سے۔" سدرہ کے لہجے میں پختگی تھی۔ "ان کا اس سارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے انہیں تو الگ ہی رکھیں آپ، جو کچھ انہوں نے کیا ہے، میرے لیے، آپ کے لیے، فیملی کے کسی بھی فرد کے لیے، اگر اس کا صلہ انہیں نہیں دیا جا سکتا تو کم از کم وہ قصور تو ان کے کھاتے میں نہ ڈالا کریں جو انہوں نے کیے ہی نہیں ہوتے۔ رہا خولہ کا معاملہ.... تو اس لڑکے نے خولہ کو پسند کیا ہوگا، خولہ نے اسے نہیں۔ تو جب ایسا کچھ ہوا ہی نہیں تو میں کیسے اس کا راستہ صاف کرنے کے لیے جھاڑو بنتی۔"

"اب میں اس مہر کا کیا کروں، وہ خولہ کے گھر جانے کے لیے تلی بیٹھی ہے۔ دے دوں اس کا ایڈریس؟"

"میں خولہ سے پوچھ کے بتاؤں گی۔"

سدرہ نے کچھ سوچ کے کہا۔ وہ جانتی تھی خولہ مشکل ہی سے اس بات کے لیے راضی ہوگی۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ علی میں کسی قسم کی کوئی خامی تھی۔ وہ اچھا بھلا ہینڈسم اور قابل لڑکا تھا، سلجھا ہوا اور مہذب۔ اس کا اعتراف تو سدرہ کو بھی تھا۔ ہاں وہ خود اپنے آپ کو اس کے لیے راضی نہیں کر پائی تھی تو اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی

کہ.... نہیں نہیں.... ابھی کہانی کا وہ موڑ نہیں آیا جب کسی خوابوں کے شہزادے کی انٹری ہوتی، ہاں مگر سدرہ کو اس انٹری کا انتظار ضرور تھا۔ وہ ارینج میرج کے بجائے لو میرج کر کے پچھتانے پہ زیادہ یقین رکھتی تھی۔ یعنی پچھتانا تو ہے ہی، تو کیوں نہ انسان اپنے کیے پہ پشیمان ہو، نہ کہ دوسروں کو کوستا پھرے۔

خولہ کے دماغ میں فی الحال یہ کیڑا نہیں تھا، وہ ویسے بھی دوسروں کے کاندھے پہ رکھ کے بندوق چلانے کی عادی تھی۔ اگر علی کہیں بھی کسی بھی راستے پہ روک کر اس سے ایڈریس لیتا اور اپنا مدعا بیان کر دیتا تو وہ بلا چوں و چرا دے دیتی اور کبھی پلٹ کے یہ بھی جاننے کی کوشش نہ کرتی کہ اس کے ماں باپ نے علی کو کیا جواب دیا ہے۔ وہ اپنے سارے اختیارات انہیں سونپ دینے کے بعد ایسی ہی بے فکر ہو چکی تھی لیکن سدرہ دل سے چاہتی تھی کہ اگر علی واقعی اس پہ دل ہار چکا ہے تو یہ رشتہ ہو جائے، اس لیے اس نے خولہ کو منانے کی کوشش کی۔

"ہرگز نہیں، ایسا مر کے بھی نہیں ہو سکتا۔"

"رشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ اچھے دوست نصیب سے ملتے ہیں اور میں تمہاری اور اپنی دوستی میں کوئی تلخی نہیں چاہتی۔"

"شاید تم بھول رہی ہو کہ علی نے تمہیں پسند کرنے کی حماقت کی ہے۔ یہ جاننے سے بہت پہلے میں اس رشتے کے لیے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر چکی ہوں۔"

"ہاں مگر آنٹی..... وہ کیا سمجھیں گی..... کیسی رائے قائم کریں گی میرے بارے میں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" سدرہ ان کے خولہ کے بارے میں زرّیں خیالات صاف چھپا گئی۔

"ہونہہ.... ہوگا کیسے نہیں۔ میں کیا جانتی نہیں تمہاری ماما کے بارے میں۔ جب وہ سگی بہن کی نیت پہ شک کرنے سے نہیں چوکتیں تو مجھ پہ تو الزامات کی بوچھاڑ کر ہی کر ڈالیں گی۔"

خولہ بھی اپنی رائے دل کی دل میں ہی رکھ گئی۔

"کیا بحث چل رہی ہے؟" حبیبہ نے واک مین کا ائیر فون اتار کے ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔

وقار عظیم ۔۔ پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"آپ ہی بتائیں خالہ! یہ حماقت کر رہی ہے کہ نہیں؟"

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے بے چاری، نفیسہ باجی تو طعنے دے دے کر اس کا اور اس کے گھر والوں کا جینا محال کر دیں گی۔"

حبیبہ نے وہ کہہ ڈالا جو خولہ کب سے کہنے کے لیے مچل رہی تھی مگر مارے لحاظ کے لب سیے بیٹھی تھی۔

"اور علی میں ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں وہ اس کی خاطر اپنی اتنی عزت افزائی کرائے۔ ہاں کوئی محبت ہوتی تو سوچا بھی جا سکتا تھا۔ بھئی عشق میں تو جوتے بھی کھا لیے جاتے ہیں۔"

خولہ جھوم ہی تو اٹھی۔

"میں بھی یہی سمجھا رہی تھی اسے۔"

"لیکن دوسری طرف یہ بھی سچ ہے کہ اگر علی میں سرخاب کے پر نہیں لگے تو تم میں تو سرے سے کوئی بھی پر نہیں لگے۔ اتنی لمبی تمہاری زبان ہے۔ عام سی شکل وصورت، خاص سلیقہ وطریقہ بھی نہیں ہے۔ ایکسرسائز کر کے لاکھ جتنوں سے اپنے جثہ کو قابو میں کر رکھا ہے، ورنہ ٹُن ٹُن بنی ہوتیں، والد تمہارے حق حلال کمانے والے سرکاری ملازم..... بھائی بھی بینک کا معمولی عہدے دار..... کرائے کا گھر..... نہ تم کوئی ایسی توپ قسم کی تعلیم حاصل کر رہی ہو کہ ڈگری ملتے ہی بیس تیس ہزار کی ملازمت مل جائے، ایسا ہوتا تو شاید اسی لالچ میں کوئی اندھا ہو جاتا۔ اب ایسے میں اگر علی ستاروں کی گردش کا شکار ہو ہی گیا ہے تو تم کیوں اپنی قسمت کے دروازے بند کر رہی ہو۔"

اس بار جھومنے کی باری سدرہ کی تھی اور خولہ..... وہ ویدے پھاڑے حبیبہ کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ..... آپ زیادتی کر رہی ہیں۔" بہت مشکل سے وہ اتنا کہہ پائی۔

"زیادتی تو تم کر رہی ہو، وہ بھی اپنے ساتھ۔"

"بس..... سن لیا.....؟ اب تو مان جاؤ۔ یہ صرف میرا ہی نہیں، خالہ کا بھی خیال ہے کہ علی سے بہتر چوائس

تمہارے لیے اور ہو ہی نہیں سکتی۔ تم کم از کم یہ مرحلہ تو طے کرنے دو۔ آگے کا تو ہمیں پتا ہے جو فیصلہ تمہارے پیرنٹس کریں گے، تمہیں وہی قبول ہوگا۔ بس تم اس کی آپا کو اپنے ہاں جانے کی اجازت دے دو۔ میرا نہیں تو خالہ کا مشورہ ہی مان لو۔ بزرگ کبھی غلط....."

"اے لڑکی..... یہ بزرگ کسے کہا ہے؟"

اور یوں لڑتے بھڑتے بالآخر انہوں نے خولہ کو رضامند کر ہی لیا۔

☆☆☆

"اگر فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اب اس پہ مطمئن بھی ہو جاؤ۔"

رات کو اسے ٹیرس پر بے چینی سے ٹہلتے پا کے حبیبہ نے نرمی سے کہا۔

"پتا نہیں میں نے ٹھیک کیا یا غلط۔ دراصل مجھے لوگوں کی باتوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔"

"کہنے دو..... کیا لوگوں کی بے بنیاد باتوں میں آ کے تم اپنی زندگی میں آنے والا ہو چانس یونہی مِس کرتی جاؤ گی؟"

"چانس.....؟" خولہ نے اچنبھے سے دوہرایا۔

"ہاں..... اگرچہ میں ذاتی طور پر اس بات کی قائل ہوں کہ صرف شادی ہی لڑکی کی زندگی کا واحد گول نہیں ہونا چاہیے لیکن بہرحال، یہ بھی ایک مرحلہ ہوتا ہے جو اگر بخیر وخوبی حل ہو جائے تو زندگی کے باقی مراحل بڑے سبک سے ہو جاتے ہیں۔ نہ ہو تو اگلے راستے تھوڑے سے دشوار ضرور ہو جاتے ہیں یا تو تم کہو، تمہیں سرے سے شادی ہی نہیں کرنا لیکن تم ایسا نہیں کہو گی۔ تم ایک نارمل، اچھی بچی ہو..... تو شادی کبھی نہ کبھی تو کرو گی، وہاں جہاں تمہارے والدین کہیں گے تو علی کیوں نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ایک ایسا لڑکا جس کو تمہارے گھر والے آنکھ بند کر کے تمہارے لیے منتخب کر لیں گے پھر بے بنیاد خدشات کو بنیاد کیوں بنا رہی ہو۔ سب کچھ اللہ پہ چھوڑ دو۔"

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

خولہ کے بے ساختگی سے کیے سوال پہ روانی سے بولتی حبیبہ ایک دم چپ ہوگئی۔

اسے کوئی جواب نہ سوجھا تو آہستگی سے پلٹ کے اندر جانے لگی۔

"بتائیں نا حبیبہ جی! آپ نے اپنی زندگی کے راستے سبک کرنے کے بارے میں کیوں نہیں سوچا؟"

خولہ کے سوال نے ایک بار پھر اس کے قدم روکے۔

"اگر صرف سوچنے سے سب ہونے لگے تو....." آزردگی سے کہتے کہتے وہ پھیکے پن سے مسکرائی۔

مڑ کے اسے دیکھا اور اپنے لہجے میں زبردستی کی بشاشت پیدا کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"دراصل مجھے دیکھ کے کسی کے ستارے گردش میں آئے ہی نہیں۔کون کسی ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا جو شادی کے چھٹے مہینے بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر کو چھوڑ کے میکے آبیٹھی ہو۔اس کے مسلسل منانے اور منت سماجت کرنے پہ بھی اس کی ناں ہاں میں نہ بدلی ہو۔جس کی ضد کو شوہر کے ایکسیڈنٹ نے بھی نہ توڑا ہو اور وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا اس شخص کو ایک نظر دیکھنے اسپتال تک نہ گئی ہو۔اتنا سب جاننے کے بعد کون آتا میرا طلب گار بن کے؟ ایک بے حس، سنگ دل، کٹھور اور خود غرض عورت کو اپنی زندگی میں شامل کرنے۔"

☆☆☆

حبیبہ نے خولہ کو قائل کرنے کے لیے یہ کہہ تو دیا کہ.....

"میری زندگی میں ایسا کوئی چانس نہیں آیا، آیا ہوتا تو میں ضرور اس سے فائدہ اٹھاتی۔تمہاری طرح لوگوں کی باتوں کے ڈر سے ہاتھ سے نہ گنواتی۔"

مگر وہ نہیں جانتی تھی، اگلے ہی روز اس کے اپنے کہے الفاظ اس کا امتحان لینے اس کے سامنے آن کھڑے ہوں گے۔

علی کی مہر آپا خولہ سے ایڈریس لینے کے بعد اگلی ہی فلائٹ سے سیدھی پاکستان آچکیں۔

"یہ یہاں کس لیے آئی ہیں؟" خولہ بے حد گھبرا گئی۔

"جانا ہے تو میرے گھر جائیں لیکن انہیں اتنی جلدی کیا تھی بھلا۔ابھی میں گھر پہ تو بتا دیتی۔" وہ سٹ پٹائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے جلدی بہن کو نہیں، بھائی کو ہے۔یعنی علی کو۔" سدرہ نے خیال ظاہر کیا۔

"مجھے ایسی خاص جلدی نہیں تھی۔میں تو پوری تیاری کے ساتھ آنا چاہتی تھی، لمبی چھٹی لے کر تاکہ ایک ہی بار شادی کر کے جاؤں علی کے گھر....." مہر نے وضاحت پیش کی۔

"مقبول کے بلانے پہ آنا پڑا۔وہ میرے لیے بھائی سے کم نہیں۔میں نے سوچا، علی کا معاملہ تو ہوتا رہے گا۔وہ اپنی بات سے مکرنے والا نہیں مگر مقبول جو پٹھے پہ ہاتھ نہیں دھرنے دیتا تھا، آج مانا ہی ہے تو یہ موقع گنوانا نہیں چاہیے۔"

"اوہ.....آپ بھی موقع نہیں گنوانا چاہتیں۔ادھر ہماری خالہ کے بھی یہی خیالات ہیں۔خولہ کو وہ یہی سمجھا رہی تھیں۔" سدرہ نے خواہ نخواہ درمیان میں دخل دیا۔

"ہاں.....مجھے بھی یہی لگتا ہے.....تمہاری خالہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔"

مہر نے بڑی چبھتی نظروں سے حبیبہ کا جائزہ لیتے ہوئے اس سے بھی زیادہ چبھتے لہجے میں کہا جس پہ حبیبہ نے خاصا چونک کر انہیں دیکھا۔

"مقبول، علی کا بچپن کا دوست ہے۔"

"کس کے بچپن کا؟" سدرہ نے وہ سوال پوچھا جو ان دونوں کو دیکھنے کے بعد سب ہی کے دل میں پیدا ہوا تھا۔

"ظاہر ہے علی کے بچپن کا۔مقبول سے جب اس کی دوستی ہوئی تو وہ تھا کوئی بیس اکیس سال کا اور میرا علی ابھی تیرہ یا بمشکل چودہ کا ہوگا۔فٹ بال کا بڑا اچھا کھلاڑی تھا۔"

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"کون؟" یہ پھر سدرہ تھی۔

"ظاہر ہے علی اور کون"۔ وہ بدمزہ سی ہوئیں، بار بار کے ٹوکنے کے عمل سے۔

"اتنا اچھا کھیلتا تھا اسکول کے دنوں سے ہی کہ سوسائٹی کے کلب نے اسے فٹ بال کی ٹیم میں سلیکٹ کرلیا۔ یہ ساری ٹیم میں سب سے کم عمر تھا مگر ماشاء اللہ قد کاٹھ کی وجہ سے سب کے برابر لگتا تھا اور کپتان تھا ٹیم کا۔"

"ظاہر ہے آپ کا علی....." سدرہ کی زبان پہ کھجلی ہوتی چلی جا رہی تھی۔

"نہیں..... مقبول....."

"کمال ہے، فٹ بال آپ کا علی سب سے اچھا کھیلتا تھا اور کپتانی سونپ دی انہوں نے مقبول صاحب کو۔ سخت دھاندلی ہوئی یہ۔ سلیکشن ٹیم میں کوئی ماما، چاچا ہوگا۔"

"کس کا؟" اس بار سوال مہر کی جانب سے ہوا۔

"ظاہر ہے مقبول صاحب کا۔"

"نہیں، خیر ایسی کوئی بات نہیں۔ اچھا کھیلتا تھا وہ بے چارہ بھی۔"

"اوہ..... آئی سی..... یعنی اچھا کھیلنے والے بے چارے ہوتے ہیں۔" سدرہ نے سمجھ داری سے سر ہلایا۔

"توبہ... گھر جا کے علی کا سر ماتھا چوموں گی کہ شاباش ہے تمہاری دور اندیشی کو جو بروقت فیصلہ کرلیا۔" مہر بڑبڑائیں۔

حبیبہ اب تک الجھی بیٹھی تھی۔ اس بے کار کی بحث سے وہ جز بز ہوئی۔ "آپ کچھ کہہ رہی تھیں مہر باجی!"

"ہاں..... وہ میں مقبول کے بارے میں بتا رہی تھی۔" آف موڈ کے ساتھ انہوں نے بتانا شروع کیا۔

"وہ شادی کے لیے مان گیا ہے۔"

دیر آید درست آید۔" سدرہ نے لقمہ دیا۔

"اب یہ تو پتا نہیں کہ درست آید کہ غلط آید۔" وہ پھر بڑبڑائیں۔

"اور شادی کے لیے اس نے اپنی پسند بھی بتا دی ہے۔"

اس بار سدرہ نے کوئی لقمہ دینے کی حماقت نہیں کی بلکہ سرے سے اپنے لقمے ہی سمیٹ کر چھپا لیے۔ اسے اپنی فکر پڑ گئی تھی۔

"لو..... اتنی مشکل سے پیچھا چھڑایا ہے ایک سے۔ اب یہ دوسرا دیدے گاڑ کے بیٹھ گیا ہے۔"

"وہ حبیبہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا.....؟" حبیبہ اپنی سیٹ سے اچھل پڑی۔ "دماغ تو خراب نہیں ہو گیا آپ کے مقبول صاحب کا۔"

"لگتا تو یہی ہے۔" مہر نے صاف گوئی سے کہا۔

"اور جن کے دماغ خراب ہو جائیں، ان پہ پھر کسی کے سمجھانے بجھانے کا بھی اثر نہیں ہوتا، اسی لیے میں نے سوچا، اسی کام پہ وقت برباد کرنے کے بجائے میں وہی کرلوں جس کے لیے وہ مچل رہا ہے۔"

"یعنی آپ....." سدرہ نے غور سے انہیں دیکھا پھر ایک نظر حبیبہ کے رنگ اڑے چہرے پہ ڈالی۔ "یعنی آپ خالہ کا رشتہ لے کر آئی ہیں؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"آپ کہتی ہیں تو سمجھ لیتے ہیں، ورنہ آپ کے تیور دیکھ کے تو لگتا ہے آپ کوئی پرانا قرضہ مانگنے آئی ہیں۔"

"آپ جس کام سے بھی آئی ہوں، اس کام کو بھول جایئے۔ چائے پئیں، چکن پکوڑا کھائیں،"

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

چاکلیٹ کیک چکھیں اور خوشی خوشی اپنے گھر کو جائیں۔"

"یہ حبیبہ کا بڑا مسکرا کے دیا ہوا مشورہ تھا جسے سن کر مہر تن فن کرتے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا مقبول سے کہ کیوں ذلیل کراتا ہے مجھے۔ ایسی چلتی پھرتی بیوہ قیامتیں صرف دنیا کے مزے لیتی ہیں۔ خود کو اپنی جوانی کا احساس دلانے کے لیے کہ ہاں بھئی، ابھی ہے ہم میں خم.... ابھی بڑے آسکتے ہیں پیچھے پیچھے۔ مگر گھر بسانے پہ کبھی راضی نہیں ہوں گی۔"

اور جاتے جاتے پیچھے مڑ کے نہ دیکھا۔

"یہ کیا کیا آپ نے خالہ؟"

"کیوں، چکن پکوڑا کم بنا ہے کیا؟" انہیں آفر دے کر برا کیا میں نے؟ خیر وہ کون سا رکی ہیں۔ تم لاؤ، ہم مل کے اڑاتے ہیں۔" اس نے ان سنی کرتے ہوئے ٹی وی آن کر لیا۔

☆☆☆

"خالہ..... ماما کا فون تھا۔" سدرہ نے اطلاع دی۔

"وہ آرہی ہیں۔" مزید اضافہ بھی کیا مگر حبیبہ کے اطمینان میں کوئی فرق نہ آیا۔ سدرہ نے آگے بڑھ کے چیک کیا، نہ ایرفون لگا تھا، نہ واک مین نظر آرہا تھا۔

"آپ نے سنا۔" اب کے وہ چلائی۔

"ہاں سنا اور حیرت مجھے تب ہوتی اگر تم ان کے آنے کی اطلاع نہ دیتیں۔ ان فیکٹ میں نے تو کل ہی شاہ رخ کو ان کے لیے کمرہ سیٹ کرنے کا کہہ دیا تھا۔"

"شاہ رخ....." وہ سدرہ کو نظر انداز کیے آواز دے رہی تھی۔

"جی باجی....." وہ جمائیاں لیتا نمودار ہوا۔

"نفیسہ باجی کے کمرے میں بھالے، چھریاں، چاقو، سب رکھ دینا انہیں ضرورت ہوگی۔"

"ہیں جی....؟ ضرورت.....؟ ان سب چیزوں کی ضرورت.....؟"

"ہاں، میری تواضع کے لیے۔"

"خالہ، بی سیریس۔" وہ چڑ گئی۔

"میں نے باتھ روم میں نئے تولیے، صابن، شیمپو اور ٹوتھ پیسٹ رکھ دیا ہے۔ نیا نکور بیڈ کور بچھا دیا ہے۔ چیتے والا کمبل نکال کے رکھ دیا ہے۔ کارپٹ پہ ویکیوم کر دیا ہے۔ ٹشو پیپر کا نیا ڈبہ بھی رکھ دیا ہے۔ آپ کے رشتے دار آتے ہیں، ان کو نزلہ زکام ضرور ہوتا ہے۔ بڑے ہی ٹشو پیپر ضائع کرتے ہیں اور ہاں، جائے نماز اور تسبیح بھی رکھ دی ہے۔ حالانکہ مجھے پتہ نہیں کہ اللہ نے کبھی ان کو نماز پڑھنے کی توفیق بھی دی ہے یا نہیں۔ اے الٰہی تو بھی کہیں، آواز دے کہیں سے۔"

وہ ساری کارگزاری بیان کرنے کے بعد بڑے درد بھرے انداز میں گنگناتا نکل گیا۔

"میں یہاں ٹکڑوں میں جی رہا ہوں، تو کہیں ٹکڑوں میں جی رہی ہوگی۔"

حبیبہ کا سارا دھیان اس کی دور جاتی آواز پہ تھا۔ وہ جیسے گانے کے ان بولوں میں کھو چکی تھی۔

"خالہ! میں کچھ کہہ رہی ہوں، ماما کل رات کی فلائیٹ سے آرہی ہیں۔"

"تو آنے دو میری جان..." حبیبہ کے لہجے میں صدیوں کی تھکن سمٹ آئی۔ "یہ پہلا موقع نہیں ہے..... بہت سے محاذ اکیلے ہی نمٹائے ہیں میں نے۔ ڈونٹ وری۔"

☆☆☆

مہر میری دوست ہے، اتنا کہہ رہی ہے تو ایک بار اس سے مل لینے میں حرج کیا ہے؟"

"ایک بار مل چکی ہوں۔"

"مگر۔" نفیسہ تلملائیں۔ "وہ آپ کی دوست ہے تو کیا صرف اس کا دل رکھنے کے لیے میں ہر ایرے غیرے سے ملاقات کرتی پھروں۔"

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"تڑپ تو ایسے رہی ہو جیسے پردے میں بیٹھی ہو۔" نفیسہ کو بھی غصہ آ گیا۔ "پہلے اس سے اتنی لگاوٹ سے نہیں ملنا تھا، نہیں کرنی تھی اتنی حوصلہ افزائی کہ وہ رشتہ مانگنے پہ تل بیٹھتا۔"

"باجی..." وہ دنگ رہ گئی... اتنی نفیس نظر آنے والی عورت کے ایسے خیالات جان کے۔

"اگر تمہاری شادی کر کے گھر بسانے کی نیت نہیں ہے تو اسی طرح رہو۔ جیسے بیوائیں رہتی ہیں۔ یوں کولہوں پہ تنگ فٹنگ والی قمیصیں پہن کے، بال رنگ کے کاندھوں پہ بکھرائے اور پتلونیں کس کے بیڈمنٹن کھیلنے لوگ غلط فہمی کا شکار تو ہوں گے...."

"یعنی آپ کا خیال ہے خود کا خیال رکھنا، زندگی کو زندہ دلی سے جینا ان سب کا مطلب ہے کہ میں کسی "میچ" کی تلاش میں ہوں؟"

"تو اور کیا؟... اگر تم چاہتی ہو کہ تمہاری شادی کے سلسلے میں تم پہ دباؤ نہ ڈالیں تو بی بی ذرا اپنے رنگ ڈھنگ اور اطوار درست کرو۔ اپنی عمر کے مطابق رہو۔ تاکہ آئے دن لوگ منگنی کی انگوٹھی ہاتھ میں پکڑے یہاں کے پھیرے نہ لگا رہے ہوں... اور اگر یہ سب نہیں کرتیں، تو کر لو کسی سے نکاح، نام کے آگے مرد کا نام لگا ہو گا تو کوئی انگلی نہیں اٹھائے گا... اپنے شوہر کی مرضی سے چاہے پتلون پہن کے بیڈمنٹن کھیلنا، چاہے نیکر پہن کے ہاکی۔"

سدرہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی ماما کے منہ پہ ہاتھ رکھ دے۔ آج سے پہلے اسے ماما کی صاف گوئی پہ خاصا ناز تھا... فخریہ کہتی تھی۔ میری ماما منافق نہیں ہیں... نہ ہی دوغلی جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پہ ہوتا ہے۔ لیکن آج احساس ہو رہا تھا کہ اگر دل میں یہ سب ہو۔ تو اسے دل میں رکھنا ہی مناسب ہے۔ دل کی باتیں تب زبان پہ لانی چاہئیں جب وہ لانے کے قابل ہوں۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بلا لیں اپنے مقبول صاحب کو۔" حبیبہ نے ایک گہری سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"مگر اس سے آگے مجھ سے یہ امید نہ رکھیں کہ میں بغیر سوچے سمجھے صرف آپ سب کو مطمئن کرنے کی

خاطر اس رشتے پہ رضامندی ظاہر کر دوں گی۔ آپ کو جو شوق سوار ہوا ہے۔ آپ اسے پورا کرنے کی کوشش کر لیں... صرف کوشش۔"

خولہ نے کھوجتی نظروں سے حبیبہ کے چہرے کو ٹٹولنا چاہا... کہ اس وارننگ... یا چیلنج کی تہہ میں اتر سکے مگر ناکام رہی۔

☆☆☆

"ڈرائنگ روم میں مقبول اور علی ایک بار پھر بیٹھے تھے۔ سامنے والے صوفے پہ آج بھی، اس دن کی طرح حبیبہ اور سدرہ بیٹھی تھیں، مگر آج کمرے میں چند اور نفوس کا بھی اضافہ تھا...

نفیسہ کا... نفیسہ کے شوہر سمیع اللہ...

مہر... اور مہر کا شوہر حمید۔

"تو آپ شادی کرنا چاہتے ہیں مجھ سے؟" خلاف توقع حبیبہ نے ڈائریکٹ مقبول سے پوچھ ڈالا۔

"جی... مگر آپ کی رضامندی سے۔" وہ اس کے چہرے کی جانب دیکھ کر مسکرایا۔

"کچھ باتیں واضح ہو جائیں تو بہتر ہے۔" سمیع اللہ نے کھنکار کا اپنی بات کا آغاز کیا۔ "حبیبہ کے پہلے شوہر انور شفیق کی وفات..."

"جی میں جانتا ہوں..." مقبول نے ان کی بات کاٹی۔

"انور صاحب سے ایک زمانے میں میری سلام دعا رہی ہے.. اور میں تب بھی جانتا تھا کہ حبیبہ ان کی بیگم تھیں.."

حبیبہ نے چونک کر اسے دیکھا اور تعجب کے رنگ آنکھوں میں بھرے اس کے چہرے سے شناسائی تلاشنی چاہی۔

"اوہ... تو بات خاصی پرانی ہے۔"

وقار عظیم ۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مہر معنی خیز انداز میں آنکھیں گھماتے ہوئے کہتی زہر لگ رہی تھیں۔

”جی...خاصی پرانی...“ مقبول نے تصدیق کی۔

حبیبہ خود پہ گڑی بہن اور بہنوئی کی نظروں سے گھبرا اٹھی۔

”مگر میرا نہیں خیال کہ حبیبہ اس بارے میں کچھ جانتی ہوں گی۔ ان سے ایک آدھ بار ہی سامنا ہوا ہوگا میرا اور وہ بھی سرسری سا...ان فیکٹ پچھلی بار جب میں ان سے یہاں ملا تھا، تب میں بھی فوری طور پر پہچان نہیں پایا تھا۔“

”آپ...“ حبیبہ نے پوچھنا چاہا۔

”میں ان دنوں ہاؤس جاب کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر جلیل کے کلینک میں انہیں اسسٹ بھی کر رہا تھا جب انور صاحب ان کے زیرِ علاج تھے اور وہیں پہ آپ...“

”پلیز...“ حبیبہ بے حد متوحش انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ ”پلیز آپ جا سکتے ہیں۔“

”حبیبہ۔“ نفیسہ نے تنبیہ کی۔ مہر بھی برا مانتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”اٹھیے حمید...میں تو مقبول کے کہنے پہ آ گئی ورنہ پتہ تھا یہاں کیا ہونے والا ہے۔ جو مرے ہوئے شوہر کو بخشنے پہ تیار نہیں۔ اس کے کسی واقف کار تک کا نام سنتے ہی اسے کھڑے کھڑے گھر سے جانے کا حکم دیتی ہو۔ وہ کسی اور کو شادی کے بعد کیا مقام دے گی۔“

”یعنی میری توقع کے عین مطابق آپ لوگ اصلیت سے واقف نہیں ہیں۔“

مقبول پہ حبیبہ کی کسی بات کا اثر ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے بیٹھا کہہ رہا تھا۔

”کیسی اصلیت..؟“ معقول سوال سمیع اللہ کی جانب سے آیا۔

”آپ کو کوئی حق نہیں ہے کسی کی اصلیت کسی دوسرے پہ بلا وجہ کھولنے کا۔“ حبیبہ نے درشتی سے باز رکھنا چاہا۔

”ہاں...تم تو یہی چاہوں گی...جھگڑے کے بعد بھی پھوٹ کر نہیں دیا کہ وجہ کیا تھی....مر گیا مرنے والا، تب بھی معاف نہ کیا دل سے...نہ کبھی اس کے لیے فاتحہ پڑھی۔“

”ان کے فاتحہ پڑھنے سے شاید انور صاحب کی مغفرت ہو جائے ...مگر ان کے رسومات پر عمل نہ کرنے پر بھی جو کچھ انہوں نے انور صاحب کے لیے کیا ہے، اس پہ ان کی روح ضرور حبیبہ کی شکر گزار ہوگی۔“

”کیا مطلب؟“ نفیسہ بے چین ہوئیں۔

”یار...اب بس بھی کرو...سسپنس پھیلانا...بات ختم کرو...“ علی نے ٹہوکا دیا۔

”ڈاکٹر جلیل کے ریگولر پیشنٹ تھے انور شفیق صاحب، وہ مردانہ بانجھ پن کے مرض کا شکار تھے اور اپنا باقاعدہ علاج کروا رہے تھے...ڈاکٹر صاحب نے انہیں دورانِ علاج شادی کرنے سے روکا تھا مگر وہ اپنی بیمار والدہ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مجبوراً شادی کر بیٹھے۔ شادی کے بعد بھی انہوں نے علاج ترک نہیں کیا بلکہ اب وہ زیادہ شدت سے اپنے مرض کا خاتمہ ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔ انہی دنوں ڈاکٹر جلیل کو دو مہینے کے لیے انگلینڈ جانا پڑا۔ ان دو مہینوں میں انور صاحب کی کلینک پہ آمد کا سلسلہ رک گیا۔ اور دو ماہ کے بعد جب ڈاکٹر صاحب آئے اور میں نے بھی دوبارہ کلینک جانا شروع کیا تب انور صاحب اپنی بیگم کے ساتھ آئے۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میرا مطلب ہے حبیبہ صاحبہ کی...“

مقبول نے حبیبہ کے فق ہوتے چہرے کی طرف دیکھا۔

”کلینک میں ہی گائنا کالوجسٹ کے پاس ان کا چیک اپ کرایا گیا اور رپورٹ ملی کہ یہ پریگننٹ ہیں۔“

”کیا؟“ نفیسہ نے حیرت سے بہن کی طرف دیکھا۔

”مگر ہمیں تو کبھی پتا ہی نہیں چلا کہ حبیبہ پہ...“

”ہاں۔ کیونکہ اس خبر کی مدت بس چند گھنٹے ہی تھی۔ انور صاحب نے وہیں کلینک میں ہنگامہ کھڑا کر

وقار عظیم -- پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

دیا۔ وہ کسی بھی طرح اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اپنی میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ کسی بھی طرح اس کے اہل نہیں ہیں پھر ان کی بیوی حاملہ کیسے ہوسکتی ہے۔ حبیبہ صاحبہ پہ بھی یہ انکشاف اسی وقت ہوا تھا۔ اپنے امید سے ہونے کا بھی..اور اپنے شوہر کے نقص کے بارے میں بھی۔ مجھے آج تک عورت کی بے بسی اور بے وقعتی کے وہ توہین آمیز لمحات یاد ہیں۔ جب ایک عورت اجنبی لوگوں کے مجمع میں ایک بپھرے ہوئے شخص سے مغلظات سن رہی تھی...اور سمجھ نہیں پارہی تھی کہ اپنے امید سے ہونے کی خوش خبری پہ شکرانہ ادا کرے یا اپنے کردار کی دھجیاں اڑنے پہ ماتم کرے۔''

مقبول نے حبیبہ کے چہرے پہ پھیلے آنسو دیکھے اور لمحہ بھر کے لیے چپ ہوا۔

''ڈاکٹر جلیل نے بہت مشکل سے معاملے کو ہینڈل کیا۔ اگر انور صاحب صرف ان کے پیشنٹ ہوتے تو وہ اس بدتمیزی اور ہنگامہ آرائی پر انہیں کلینک سے باہر پھنکوا دیتے مگر وہ ان کے دوست بھی تھے۔ اس لیے بمشکل انہیں سمجھا بجھا کے وہ لیبارٹری میں لے گئے۔ ٹیسٹ وغیرہ کرانے کے لیے کہ ایسا ہوتا ہے۔ اکثر کیسز میں علاج ترک کرنے کے کچھ عرصے بعد بہتری کے آثار خود بخود پیدا ہونے لگتے ہیں۔ مگر جو کچھ وہ کہہ گئے تھے، وہ حبیبہ برداشت نہ کرسکیں۔ پھر کلینک میں موجود لوگ...ان کی باتیں...طعنے۔ الزام۔ ادھر انور شفیق صاحب لیبارٹری میں تھے۔ ادھر حبیبہ صاحبہ ڈاکٹر رخشندہ کے کلینک میں۔ انور صاحب کی رپورٹس آنے سے پہلے پہلے وہ اس امید سے ہاتھ دھو بیٹھیں، چند گھنٹے قبل جس کی خوش خبری سنی تھی۔

حبیبہ کی سسکیاں ماحول کے سکوت کو بوجھل کرنے لگیں۔ اندر کمرے میں موجود خولہ اور سدرہ بھی دروازے سے لگی ساری بات سنتے ہوئے سسک اٹھیں۔

''پھر رپورٹس آگئیں، ان کی پاک دامنی ظاہر ہوگئی۔ انور صاحب مکمل صحت یاب ہوچکے تھے۔ مگر وہ شرمندہ تھے، معافی مانگ رہے تھے مگر اس کا وقت گزر چکا تھا۔ اس کے بعد کے حالات میں نہیں جانتا۔ مگر اس دن حبیبہ صاحبہ سے ملنے کے بعد اور مہر آپا سے ان کی زندگی کے چند حالات جاننے کے بعد میرے دل میں ایک

دم ان کی عظمت بڑھ گئی۔ حالانکہ آپا نے کوئی خاص اچھی باتیں نہیں بتائی تھیں ان کے بارے میں۔ مگر میں جان گیا۔ انہوں نے کس طرح بھرم قائم رکھا۔ اپنا بھی اور اپنے مرحوم شوہر کا بھی...وہ ابھی انور صاحب کو معاف نہیں کرسکیں۔ اسے میں ان کی کم ظرفی نہیں۔ ان کی نسوانیت اور وقار کی جیت کہوں گا۔ انور صاحب نے جس طرح سرعام ان پہ بہتان تراشی کی تھی۔ اس ذلت کے بعد شاید ہی کوئی عورت کسی ایسے مرد کو اپنی زندگی میں وہ مقام دے پائے جو عزت، محبت اور اپنائیت کا متقاضی ہوتا ہے ہاں مگر..انہوں نے اصل حالات بھی کسی کو نہیں بتائے۔ کیا پتہ...اپنا بھرم رکھنے کے لیے...کیا پتہ انور صاحب کا بھرم رکھنے کے لیے... یا شاید آپ سب کا بھرم رکھنے کے لیے۔''

اس بات پر نفیسہ نے سوالیہ نظروں سے اسے الجھ کر دیکھا۔

''جی...آپ سب کا..اپنے خونی رشتوں کا بھرم..کیا پتہ آپ بھی ان کا یقین کرتے۔ یا نہ کرتے... انھوں نے اس امتحان میں نہیں ڈالا آپ کو...اور خود کئی سالوں سے اس امتحان میں ہیں۔''

نفیسہ نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

سدرہ سے مزید نہ رہا گیا۔ وہ خولہ کا ہاتھ تھامتی باہر نکل آئی اور روتی بلکتی حبیبہ کے پاس بیٹھ کے اس کا سر اپنے شانے سے لگا لیا۔

اس کی ایک ملامتی نظر نے اس کی ماں کو نگاہیں جھکانے پر مجبور کردیا۔

''میں یہ جاننے کے بعد بھی حبیبہ سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوں کہ اس حادثے کے نتیجے میں یہ اب کبھی ماں نہیں بن سکتیں۔ اس لیے کہ ماں بن کے عورت مکمل ہوتی ہے جب کہ حبیبہ پہلے ہی مکمل ہیں...ایک مکمل عورت...جنہوں نے اپنے ساتھ ہونے والے ظلم پہ کسی کی ہمدردی نہیں لینا چاہی...کسی کا سہارا نہیں لینا چاہا...نہ سمجھوتہ کرتے ہوئے اس شخص کے پاس دوبارہ لوٹیں جو قاتل تھا۔ ان کے اعتماد کا۔ ان کے وقار کا۔ ان کی اولاد...ان کی کوکھ کا..ایسی ہی مکمل اور اپنے وقار کی خاطر سب کچھ برداشت کرجانے والی عورت میرا آئیڈیل ہے۔

☆☆☆

''پھر تو ایسا کرے کمال...سیدھی کر دے سب کی چال۔

اوچھورا....گنگا کنارے والا۔''

شاہ رخ جھوم جھوم کے صفائی کر رہا تھا۔

''شاہ رخ! تم نے کمرہ سیٹ کر دیا؟''

خولہ نے اس کے سر پہ کھڑے ہو کے پوچھا۔

''ہاں جی... چکاچوند کر رہا ہے...دیکھ لیں جا کر۔''

''علی...! خولہ نے زور سے آواز دی۔

''جی بیگم صاحب...'' وہ فوراً چراغ کے جن کی طرح سینے پہ ہاتھ باندھے حاضر ہو گیا۔

''یہ غلط بات ہے۔آپ نے میری لائن بول دی۔'' شاہ رخ نے احتجاج کیا۔

''یار... یہ تم کیوں پکڑ لائی تھیں؟'' علی نے حسبِ عادت شاہ رخ کو ناک چڑھا کے دیکھتے ہوئے خولہ سے پوچھا۔

''کیونکہ اسے ٹرسٹ والے لینے پہ تیار نہیں تھے۔''

حبیبہ نے مقبول کے کہنے پر انور شفیق کی وہ ساری جائیداد، بنگلہ، دکانیں سب فروخت کر کے کسی ٹرسٹ کو پیسہ دے دیا تھا۔

''مجھے اب ان سب کی ضرورت نہیں...شاید پہلے بھی نہیں تھی مگر انور کیلیے میرے دل میں جو غصہ دبا رہ گیا تھا اور جو اس کی اچانک موت کی وجہ سے کبھی اس پہ ظاہر ہی نہیں ہو سکا...وہ میں اس کے پیسے کے بے دریغ استعمال سے نکال لیا کرتی تھی...مگر اب نہیں...شاید یہ سب خیرات کر کے میں اپنے دل میں بھی غصے کی جگہ سکون اور اطمینان بھر سکوں اور انور کی مغفرت بھی ہو جائے۔''

''پاگل خانے جمع کروا دینا تھا اگر ٹرسٹ والے نہیں رکھ رہے تھے۔'' علی بڑبڑایا۔

''لو...ایسے ہی....اتنے کام کا ہے...صفائی...کوکنگ، گارڈننگ، ہر کام میں تیز...اور گانے مفت میں...''

''گانے تو میں بھی تمہیں سنا سکتا ہوں...'' وہ شرارتی ہوا۔

''مجھے کوئی شوق نہیں ہے شوکت علی کے ماہیے سننے کا۔''

''یار! فون تو کرنا تھا، کہاں رہ گئے مقبول اور مسز مقبول۔''

''میں نے کیا تھا، گوجرانوالہ کراس کر رہے تھے تب۔اب تو آنے والے ہوں گے، ان ہی کا کمرہ تو سیٹ کروا رہی تھی میں۔''

''لو....نام لیا اور حاضر۔'' علی گیٹ پہ بجتے مسلسل ہارن کو پہچان کے باہر لپکا۔خولہ طمانیت سے مسکرائی۔

''تھینک یو، حبیبہ جی...آپ کا مشورہ مان کے میں نے علی جیسا ساتھی پا لیا۔اور تھینک یو....کہ آپ نے میرا مشورہ مان کے مقبول بھائی جیسے قدردان کو واپس نہ لوٹایا۔''

☆......☆......☆

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پٹاخہ

"ارے آٹھ بج گئے، جلدی کرو۔"

دادی ہانپتی کانپتی اندر داخل ہوئیں تو ربیع نے پھرتی کے ساتھ چینل چینج کیا۔ کچھ دیر قبل جس اسکرین پہ انجلینا جولی اپنے حسن ہوشربا کے ساتھ تھرتھلی مچا رہی تھی اب وہاں نیشنل جیوگرافک چینل لگا تھا اور دلدلی کیچڑ میں مگرمچھ لوٹیاں لگا رہے تھے۔

"یہ تم کیا ہر وقت درندے اور حیوان دیکھتے رہتے ہو۔ ان ہی کا اثر آجائے گا دیکھنا.... چلو وہ... چینل لگاؤ۔"

"کون سا؟" وہ سخت بدمزا ہوا۔ وہ سین بس آنے ہی والا تھا جس کا تذکرہ وہ اپنے دوستوں سے سن چکا تھا۔ اسی مشہور سین کے انتظار میں گھنٹہ بھر سے ٹی وی کے آگے بیٹھا تھا۔ اب جب مراد پوری ہونے ہی والی تھی کہ دادی آگئیں۔

"لگاؤ بھی 'وہ چینل'؟" اس بار انہوں نے سختی سے کہا۔

"پوچھ تو رہا ہوں کون سا؟" اس نے بھی چڑچڑے پن سے پوچھا۔

"اور میں کہہ تو رہی ہوں کہ 'وہ'۔"

"اس 'وہ' سے مجھے کیا پتہ چلے گا کہ آپ کون سا چینل دیکھنا چاہ رہی ہیں۔" وہ بال نوچنے کی حد کے بالکل آس پاس پہنچ گیا تھا۔

"دادی! کہیں کوئی ایسا ویسا چینل تو نہیں ہے جس کا نام پوتے کے سامنے زبان پہ لانے سے آپ جھجک رہی ہوں۔" اسے ایک نیا نقطہ سوجھا۔

"پرے ہٹ، میں کیوں دیکھنے لگی بڑھاپے میں ایسا ویسا چینل۔" انہوں نے بدک کر جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے پہلے دیکھا کرتی تھیں یعنی جوانی میں؟" سب بھول بھال کر وہ اس بحث میں مزا لینے لگا۔

"اللہ کا شکر ہے، ہماری جوانیاں ان خرافات سے پاک تھیں۔" دادی نے باقاعدہ ہاتھ بلند کر کے شکر ادا کیا۔

"یہ تو تم لوگوں کا ناس مارنے کے لیے نئے نئے شیطانی طریقے نکال لیے گئے ہیں۔ ہمارے زمانے میں بھلا کیا ہوتا تھا۔ لے دے کر ایک پی ٹی وی۔ وہ بھی بلیک اینڈ وائٹ۔"

"اسی لیے ساری کسریں اب نکال رہی ہیں۔" وہ منہ پھیر کر بڑبڑایا۔

"آئے ہائے، سوا آٹھ بجا ڈالے تم نے بے کار کی بحث میں۔ چلو ہٹاؤ اب ان بدبخت مگرمچھوں کو یہاں سے، ان کو دیکھ کر مجھے تمہارے مرحوم دادا کی مرحوم آپا جان کے مرحوم جیٹھ کی یاد آرہی ہے۔ بہشتی، ہو بہو یہی صورت شکل، ڈیل ڈول، چال ڈھال اور عادات وفطرت کے مالک تھے۔" دادی ماضی میں کھوئی ہوئی تھیں۔

"اسی قسم کی بے ساختہ یاد آپ کو پچھلے ہفتے اود بلاؤ کو دیکھ کے بھی آئی تھی۔" ربیع نے یاد دلایا۔

"وہ یہ حضرت تھوڑا ہی تھے۔ ان کو دیکھ کر تو تمہارے مرحوم دادا کے مرحوم چچا جان کی مرحومہ بیگم کی یاد

وقار عظیم ۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

آئی تھی۔"

"پھر بھی آپ یہ چینل بدلنا چاہتی ہیں۔ کتنا اچھا تو ہے یہ نیشنل جیوگرافک چینل، بیٹھے بٹھائے آپ کو اپنے سارے موحوم سسرالیوں سے ملا دیتا ہے۔"

"تم باتوں میں مت لگاؤ مجھے اور سیدھی طرح سے "وہ" چینل لگاؤ ورنہ میں اتارتی ہوں چپل۔" دادی نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

"پھر "وہ" چینل ارے اس چینل کا کوئی نام بھی تو ہوگا۔"

"اس چینل کا نام ہی "وہ" ہے۔ حبیبہ نے اندر آتے ہوئے بحث کو سمیٹا۔

"وہ چوبیس نمبر پر سیٹ ہے۔ تم سیٹ لائٹ چینلز دیکھتے کب ہو جو تمہیں ان کے بارے میں پتا ہو گا۔" وہ بھی دادی کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گئیں۔ ساس بہو کا اتفاق اور باہمی سلوک قابل رشک تھا بلکہ کسی حد تک قابلِ "شک" کیونکہ اتنے زیادہ پیار محبت کو دیکھ کر لوگ عموماً شک میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے کہ کہیں یہ محض دکھاوا یا ڈرامہ تو نہیں۔

"لگ گیا پٹاخہ؟" لیلیٰ بھی اپنے گنتی کے ڈھائی بال پونی ٹیل میں کستے ہوئے اندر آئی۔

"پٹاخے لگتے نہیں، چلتے ہیں۔" ربیع نے اس کی اصلاح کی۔ "اور وہ بھی شب برات کو۔"

"یہ پروگرام کا نام ہے۔"

"ٹی وی پروگرام کا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔ پھر اثبات میں جواب ملنے پہ اندازے لگانے لگا کہ یہ پروگرام کس نوعیت کا ہوسکتا ہے۔ اس دوران لیلیٰ نے اس سے ریموٹ چھین کر "وہ" چینل لگا لیا۔ جہاں بورترین لمبے لمبے اشتہارات چل رہے تھے۔

"اسی لیے برے لگتے ہیں مجھے۔ یہ ایسے چینل.... موئے اشتہاری۔"

دادی نے بارھویں اشتہار پہ جھلا کر کہا۔ جب کہ ربیع اب تک پٹاخہ پروگرام کے متعلق چھ اندازے

پیش کر چکا تھا۔ جو کہ ایک ایک کر کے لیلیٰ نے مسترد کر دیے تھے۔

"کوکنگ کا پروگرام ہوگا۔ زیادہ مسالے مرچوں والے کھانے پکا کے دکھاتے ہوں گے۔ جن کو کھانے سے انسان کے معدے میں پٹاخے پھوٹ پڑتے ہوں۔"

"فضول.... بس اب تم دماغ مت کھپاؤ۔ بس لگنے ہی والا ہے پٹاخہ۔"

"کانوں میں انگلیاں ٹھونس لوں؟ زیادہ زور کا دھماکا تو نہیں ہوگا۔ ارے ہاں، اب سمجھا، کوئی ڈرامہ ہوگا۔ جس کا مرکزی کردار کسی شوخ وچنچل سی پٹاخہ لڑکی نے کیا ہوگا۔ ہے ناں؟"

"جی نہیں۔ اور پلیز بور مت کرو۔ لگنے والا ہے۔ پہلے بھی تمہاری وجہ سے اسٹارٹ نہیں دیکھ سکے۔"

"امی آپ ہی اس سسپنس کو ختم کریں۔ "یہ لے لا" تو بتا ہی نہیں رہی۔"

"تم نے پھر میرا نام بگاڑا؟" لیلیٰ اپنے نام کی درگت بننے پر ہمیشہ کی طرح جلال میں آگئی۔

"بگاڑا کب ہے؟ پیار سے بلا رہا ہوں۔ لے.... لا" وہ لٹکا لٹکا کے دہرانے لگا۔ ادھر وہ غصے سے لال ہونے لگی۔

"امی! اسے منع کر دیں۔ میرا اصل نام لیا کرے ورنہ...."

"کیوں بھئی، یہ پابندی صرف میرے لیے ہی کیوں؟ ہمارے گھر میں رواج ہے اصل نام کو لاڈ سے بگاڑنے کا جیسے دادی امی کو حبیبہ کے بجائے "بیبا" کہتی ہیں۔ میرا اتنا مختصر اور آسان سا نام ہے۔ ربیع.... ایک سانس.... میں ادا ہو جاتا ہے اسے بھی کبھی "ربی" تو کبھی "روبو" کہا جاتا ہے اور نعمان بے چارے کے نام کے ساتھ تو وہ حشر ہوتا ہے کہ اللہ کسی دشمن کے نام کے ساتھ بھی وہ سلوک نہ کرے۔ کبھی نومی، کبھی مانا، کبھی منو۔ اگر میں نے تمہارے نام لیلیٰ کو لے لا کہہ دیا تو اتنا غضب ناک ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

بس خاموش، کوئی مت بولے، اب "پٹاخہ" لگ گیا ہے۔" حبیبہ نے اعلان کیا۔

ربیع بھی تجسس کے مارے چپ ہو کر اسکرین کی جانب تکنے لگا جہاں آسمان پہ پٹاخے چھوٹتے دکھائی

دے، رہے تھے اور اس آتش بازی کے مظاہرے میں لفظ ''پٹاخہ'' لکھا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ یہ منظر غائب ہوا او پروگرا ا کا تسلسل وہاں سے جوڑ دیا گیا جہاں سے اشتہارات نے دخل دیا تھا۔

ایک جانے پہچانے چہرے والی خاتون نما دوشیزہ، انتہائی اول جلول وگ سر پہ رکھے، ٹانگ پہ ٹانگ جمائے۔ سلیولیس چست ٹاپ اور کھال سے منڈھے ڈینم میں ملبوس اپنی پوری باچھیں چیرے کیمرے کی جانب دیکھ رہی تھی۔

پروگرام کا آغاز ہوتے ہی تالیوں کا ایک شور سنائی دیا۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وقفے سے قبل یہاں کسی گرما گرم موضوع کا آغاز ہو چکا تھا۔ اسٹیج پہ کمپیئر کے دائیں جانب دو کرسیاں تھیں اور بائیں جانب بھی۔

دائیں جانب والی کرسیوں پہ ایک صاحب اور خاتون بیٹھے تھے جن کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ وہ سہمی نظروں سے کبھی ان کمپیئر بی بی کو تو کبھی سامنے بیٹھے حاضرین کی جانب دیکھ رہے تھے، آدمی کی عمر اندازاً بیالیس سے اڑتالیس کے درمیان ہوگی۔ جب کہ خاتون تیس سے پینتیس کے درمیان تھیں مگر نو بیاہتاؤں کی طرح بنی سنوری بیٹھی تھیں۔ گہرے گلے والا کام دار نارنجی سوٹ پہن رکھا تھا۔ بھاری جھلمل دوپٹہ کاندھے کے ایک جانب سرکا رکھا تھا۔ سونے کے زیورات سے لدی پھندی اور فل میک اپ میں ہونے کے باوجود ان کی حواس باختگی پہلی نظر میں محسوس ہو رہی تھی۔ کم وبیش یہی حال مرد کا تھا۔

بائیں جانب والی کرسیوں پہ دو خواتین براجمان تھیں۔ ایک پچاس سے پچپن کے درمیان تھیں مگر چالیس تک نظر آنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں، انہوں نے اپنے بے حد ہلکے بال سرخ مہندی سے رنگے ہوئے تھے اور لگتا تھا خاصی عجلت اور لاپروائی سے رنگے تھے کیونکہ مہندی کا رنگ اس کے وسیع ماتھے کی حدود تک چڑھ چکا تھا۔ بھاری تن وتوش والی اس شکل سے ہی تیز طرار نظر آنے والی خاتون نے جارجٹ کا پرنٹڈ سوٹ کسی نہ کسی طرح پھنسا رکھا تھا۔ دوپٹے سے بے نیازی کا عالم یہاں بھی تھا البتہ ہاتھ میں ایک لمبی تسبیح ضرور پکڑ رکھی تھی۔ یہی ہاتھ آگے کر کے خاصا نمایاں دکھایا جا رہا تھا جب کہ دوسرا ہاتھ انہوں نے کمر پہ لڑنے کے سے انداز

میں جما رکھا تھا۔ ساتھ بیٹھی لڑکی اس سے آدھی عمر کی ہوگی۔ یعنی پچیس سے اٹھائیس سال تک کی۔ مگر نقوش میں مماثلت حد درجہ تھی۔ پہلی نظر میں دیکھنے سے ہی کوئی بھی بھانپ سکتا تھا، کہ یہ دونوں ماں بیٹیاں ہیں۔ بیٹی نے باریک نیٹ کا سیاہ سوٹ پہن رکھا تھا۔ جس میں اس کی صاف رنگت خاصی حد تک دودھیا نظر آ رہی تھی اور صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں، کی تفسیر بنی ہوئی تھی وہ۔ شانوں تک کٹے بالوں میں گولڈن اسٹریکنگ ہائی ہیل کی سینڈل۔

کیمرہ باری باری چاروں شرکاء کی ایک جھلک دکھا چکا تو دوبارہ کمپیئر صاحبہ کو فوکس کیا گیا۔

''میں بی ایم'' ایک بار پھر ہماری سوسائٹی کے ایک سلگتے ہوئے مسئلے کو لے کر پروگرام ''پٹاخہ'' میں حاضر ہوں۔''

''یہ بی، ایم'' کیا نام ہوا بھلا؟'' ربیع نے فوری تبصرہ کیا۔ جسے دادی نے ''اونہوں'' کہہ کر جھٹک دیا۔ غالباً پروگرام کے دوران ہلکی سی آواز بھی سننا پسند نہیں تھا انہیں۔

''جیسا کہ آپ جان چکے ہیں کہ یہ فرقان صاحب ہیں۔ یہ ان کی مسز رافعہ، یہ سامنے فرقان صاحب کی ساس اور سالی صاحبہ براجمان ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ ساس اور سالی تو ہیں فرقان صاحب کی مگر ان کا تعلق مسز فرقان سے نہیں۔ وہ اس لیے کہ یہ مسز رافعہ فرقان کی والدہ اور بہن نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے والی مسز..... یعنی پہلی بیوی کی امی اور بہن ہیں اور اس وقت یہ دونوں اپنی بیٹی اور باجی، یعنی فرقان صاحب کی پہلی بیوی ساجدہ کی جانب سے مقدمہ لڑنے آئی ہیں۔ تو جناب..... شروع کیا جائے دنگل۔''

''بی، ایم۔'' نام کی کمپیئر نے چٹخارہ بھرتے ہوئے اپنی دونوں ہتھیلیاں آپس میں رگڑ کے پروگرام شروع کرنے کا اعلان کیا۔ جیسے وہ کسی دلچسپ ریسلنگ کا مزا لینے والی ہو۔

''تو پہلے آپ بتایئے فرقان صاحب! آپ نے دوسری شادی کیسے کی؟ مطلب کیوں کی؟ مطلب کر ہی لی؟ مطلب کی کیوں؟''

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"ہاں ہاں، پوچھو اس سے؟ اس کی ہمت کیسے ہوئی دوسری شادی کرنے کی۔"

ساس صاحبہ نے ہاتھ نچا کے شہ دی۔

"آپ چپ رہیے۔ میں یہاں کس لیے بیٹھی ہوں۔ مجھے یہاں اسی کام کے پیسے ملتے ہیں۔ آپ براہِ مہربانی اپنے پھیپھڑوں کی رہی سہی توانائی کسی آڑے وقت کے لیے سنبھال کر رکھیں۔"

بی ایم نے پلٹ کے کراری آواز میں ساس صاحبہ کو خاموش کرایا اور دوبارہ فرقان صاحب پہ ہلہ بول دیا۔

"آپ کو اس عمر میں دوسری شادی کرتے شرم نہیں آئی۔ مطلب ذرا سی بھی نہیں آئی؟"

"کیوں جی، کیا ہوا ہے میرے سرتاج کی عمر کو۔ ویسے بھی جی، مرد اور گھوڑا کبھی بوڑھے نہیں ہوتے۔"

"تو بی بی! آپ کسی گھوڑے سے ہی شادی کر لیتیں۔ ایک شادی شدہ مرد کا انتخاب کیوں کیا آپ نے؟ ویسے بھی میں اس مثال سے متفق نہیں ہوں گھوڑے کے بارے میں آپ کا کہنا صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ گھوڑوں کے بال سفید نہیں ہوتے۔ ان کو عینک نہیں لگتی نہ ہی وہ لاٹھی ٹیک کر چلتے ہیں کیوں ویورز آپ میں سے کسی نے کبھی سفید بالوں، چشمے اور لاٹھی والا گھوڑا دیکھا ہے؟ نہیں....سب کا جواب ہے۔ "نہیں" یعنی گھوڑے واقعی بوڑھے نہیں ہوتے مگر مرد ہوتے ہیں کیونکہ ہر دوسرا مرد چشمہ لگاتا ہے اور سفید بال رکھتا ہے۔ تالیاں۔"

خود فرمائش کروا کر تالیاں بجوائی گئیں۔

"ہاں تو کیا وجہ بتائیں گے آپ اپنی اس دوسری شادی کی؟" پھر سے فرقان صاحب پہ توجہ کی گئی۔

"جی میں وہی بتانے والا ہوں۔" وہ گلا صاف کر کے بتانے لگے کہ ساس صاحبہ نے دوبارہ ہاتھ نچا نچا کے طعنے دینے شروع کر دیے۔

"ارے تم کیا وجہ بتاؤ گے فتنے نامراد....وجہ تو میں بتاتی ہوں۔ ارے آگ لگی ہوئی تھی اسے اس کپے منہ والی کے عشق کی۔"

"آپ دیکھ رہی ہیں باجی، اس عورت کی زبان۔" رمافہ نے بی، ایم کی حمایت حاصل کرنے کے لیے رونکھی سی آواز میں کہا مگر لینے کے دینے پڑ گئے۔

"یہ باجی کسے کہا ہے آپ نے؟" سلیولیس ٹاپ کے کف تو تھے نہیں جو وہ الٹ کر لڑنے کا سگنل دیتی۔

"پہلے آپ اپنی زبان دیکھیں...مطلب آپ کو کسی سے بات کرنے کی تمیز ہی نہیں۔ مطلب یہ تک پتہ نہیں کہ کسی کو کیا کہہ کر مخاطب کرنا چاہیے۔ میرا نام بہت مختصر اپ ٹو ڈیٹ اور یونیک سا ہے۔ بی، ایم۔ میں کسی کی باجی واجی نہیں ہوں، آیندہ آپ اپنی زبان سنبھال کے مجھ سے بات کیجیے گا اور آنٹی! آپ بے شک زبان مت سنبھالیں۔ کہہ لیں جو کہنا ہے، مطلب مجھے نہیں، ان بی بی کو جو آپ کی بیٹی ساجدہ کی سوتن ہے۔ مطلب، یہ کوئی بات ہے بھلا، کیسے آرام سے ان صاحب سے شادی کر لی انھوں نے۔"

"اللہ تمہارا بھلا کرے بیٹی، تم میرے دل کا درد جان گئیں۔ ارے یہ.... یہ رمافہ نہیں ہے۔ مکار ہے پوری۔ اس نے میرے داماد کو پھنسایا ہے۔ چلتر ہے یہ....ٹوٹکی ہے۔ خصماں نوں کھانی ہے۔ "اوتری کھتری" ہے۔

ساس نے بھی بی ایم کی جانب سے کھلی چھوٹ ملنے پہ دل کی سری بھڑاس نکال لینا چاہی۔

"یہ زیادتی ہے۔" فرقان صاحب منمنائے۔

"آپ نے ان کو تو کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے۔ آپ دیکھیں۔ انہوں نے میری بیگم کے بارے میں کتنی نازیبا گفتگو کی ہے۔"

"آپ زیادہ اچھل اچھل کے طرف داری مت کریں اپنی بیگم کی۔ آپ کی بیگم نے بھی کم نہیں کیا۔ ایک تو ان کی بیٹی کا حق چھینا، ان کی سوتن بنی، پھر طرہ یہ کہ مجھے آن دی کیمرہ باجی بھی کہہ ڈالا۔ مطلب اتنی دیدہ دلیری۔"

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"یہ تو کچھ بھی نہیں، آپ میرے سے سنو اس کے کرتوت، اس نے پہلے صرافہ بازار کے ایک سنار کو قلاش کیا۔ پھر ایک اسٹاک بروکر کو دیوالیہ کیا، اس کے بعد تیل کے ایک بیوپاری کو کنگلا کرنے کے....."

"ہاں، ہاں سب میں نے کیا ہے۔" رمافہ تڑپ اٹھی۔ "پاکستان کے سارے مردوں کو میں نے لوٹ لیا ہے۔"

"ہائے ہائے۔ توبہ توبہ.... زبان ہے کہ دودھاری تلوار۔"

"مجھے، مجھے تو لگ رہا ہے ناظرین کہ میرا بلڈ پریشر شوٹ کر رہا ہے۔ توبہ....." بی ایم نے نزاکت سے اپنا سر تھاما۔

"جب تک میں انہیں تمیز سکھانے کی کوشش کرتی ہوں تب تک آپ ایک چھوٹی سی بریک لیں۔"

پھر سے اسکرین پہ آتش بازی دکھائی دی اور پھر لامتناہی اشتہارات کا ایک سلسلہ۔

☆☆☆

"تو یہ ہے "پٹاخہ"۔ ربیع نے سانس بھری۔

"ہونہہ جھوٹی۔" دادی نے ٹی وی اسکرین کو گھورا۔

"کون جھوٹی؟ فرقان کی ساس یا دوسری بیوی۔" لیلیٰ نے پوچھا۔

"یہ بی ایم۔"

"بالکل ٹھیک کہا دادی نے۔ یہ پروگرام نہیں، جھوٹ کا پلندہ ہے۔ صاف لگ رہا ہے سب لکھا ہوا اسکرپٹ یاد کر کے آئے ہیں۔"

"ارے ہٹو تم تو..... تمہیں تو ہر جگہ ڈرامے بازی نظر آتی ہے۔ یہ سب بالکل سچ ہو رہا ہے۔ کیا تمہیں اس بوڑھی عورت کے چہرے پہ درد نظر نہیں آ رہا؟" دادی نے رقت سے ہل ہل کر کہا۔

"ہوسکتا ہے اس کے گردے میں پتھری ہو۔ اور اگر یہ سچ ہے تو آپ ان محترمہ بی ایم کو جھوٹی کیوں

کہہ رہی تھیں؟"

"کہہ رہی ہے۔ چھوٹی سی بریک، جیسے مجھے پتا نہیں۔ اب پندرہ منٹ سے پہلے آنے والی نہیں ہے۔"

"ویسے آج بی ایم بہت اسمارٹ لگ رہی ہے۔" لیلیٰ نے رشک سے کہا۔

"دفع دور۔ آج یہ بدر منیر کی وگ پتہ نہیں کہاں سے ڈھونڈ کے سر پہ رکھ لی ہے اور توبہ توبہ....."

"بس اب یہ "کھڑکنی" (کھڑے کانوں والی) اس فتنے کے پیچھے پڑ جائے تو مزا آ جائے۔" حبیبہ اس دوسری شادی کرنے والے کی بے عزتی دیکھنے کے شوق میں ٹی وی کے کچھ اور قریب کھسک آئیں۔

"چولو چولو..... پاپی چولو....."

یہ میوزیکل انٹری نعمان کی تھی۔ وہ اسی طرح گنگناتا، لچکتا، مٹکتا ہوا آتا تھا اور گانے بھی چن چن کے ایسے گاتا تھا جس سے دادی اور حبیبہ مشترکہ طور پر چڑا کرتی تھیں۔

"نہ سلام، نہ دعا۔ چوں چوں، پوں پوں، کرتا آ جاتا ہے۔ بے ہدایت لڑکا۔ گانے بھی "پاپیوں" والے۔"

"پاپی پاپی پاپی.... چولو.... چولو....." انہیں چڑانے کے لیے وہ اور مٹک مٹک کے گانے لگا۔

"پڑھ آئے ٹیوٹر سے یا وہاں بھی چولو چولو، ہی کرتے رہے ہو؟" لیلیٰ نے اپنے دو سال بڑے ہونے کا رعب جمایا۔ حالانکہ خود وہ ربیع کے چار سال بڑے ہونے کے رعب میں ہرگز نہیں آتی تھی۔

"لو "پٹاخہ" لگ گیا۔" دادی نے ایک بار پھر سب کو خاموش کرا دیا۔

اس بار ربیع بھی دلچسپی سے ٹی وی اسکرین پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"جی ناظرین! ہم واپس آ چکے ہیں۔ صورت حال وہی ہے۔ یعنی ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے پہ الزام تراشی کرنے سے باز نہیں آ رہا اور میں مطلب میرا تو دماغ گھوم رہا ہے۔ مطلب ایسا لگ رہا ہے جیسے میں پاگل ہو جاؤں گی۔ اف توبہ۔"

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

وہ آنکھیں گھما گھما کے اوراوپر آسمان کی طرف منہ کر کر کے دہائیاں دے رہی تھی۔ حالانکہ اس خانہ جنگی کا اہتمام بھی اس نے خود کیا تھا۔

”میں بتاتا ہوں جی آپ کو، آنٹی جی خوامخواہ میرے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔“ فرقان صاحب نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

”لو دیکھو اس فیتے ہوائی دیدے کو۔“ ساس جی نے سینہ پیٹ ڈالا۔ ”پہلے میں امی جی ہوتی تھی۔ اس مکار کے آنے کے بعد میں آنٹی ہوگئی۔“

”میرا نام رمافہ ہے آپ بار بار اسے مکارمت کہیں۔“ وہ تڑپ اٹھی۔

”آپ کی باری ابھی نہیں آئی۔ آپ چپ رہیں۔“ بی، ایم نے انگلی دکھا کے تنبیہ کی پھر کیمرے کی طرف چہرہ کر کے ایک اور ”اف“ کھینچی۔

”بھئی، بہت بولتے ہیں یہ لوگ، میرے تو کان سائیں سائیں کر رہے ہیں اور سارے فساد کی جڑ فرقان صاحب ہیں جو دوسری شادی کر کے ایسے مطمئن نظر آرہے ہیں جیسے کوئی کارنامہ انجام دیا ہو۔ مطلب ایک عورت کا دل توڑنے کا کوئی افسوس ہی نہیں آپ کو۔“

”میں نے کسی کا دل نہیں توڑا۔“

”لیجیے ناظرین! ملاحظہ کیجیے ان کی ڈھٹائی۔ مطلب ان کے خیال میں یہ کوئی بات ہی نہیں۔ دوسری شادی ان کے خیال میں یہ کوئی بات ہی نہیں۔ دوسری شادی کر لی، ساس کو امی کے بجائے آنٹی بنا ڈالا۔ ایک عورت کی زندگی برباد کر ڈالی اور.....“

”میں نے کسی کی زندگی برباد نہیں کی۔“

”آپ چپ کیجیے۔ میں یہاں کس لیے موجود ہوں۔ بولنا میرا کام ہے آپ کا نہیں۔“

”تو آپ نے ہمیں کس لیے بلایا ہے؟“ رمافہ نے چمک کر سوال کیا۔

”آپ بہت بڑھ بڑھ کے بول رہی ہیں۔ آپ کو تو منہ کھولنے کا حق ہونا ہی نہیں چاہیے اور رہا میرے بولنے کا سوال تو مجھے بولنے کے ہی پیسے ملتے ہیں۔“

”اسے پروگرام سے باہر نکال دو۔“ ساس نے مطالبہ کیا۔

”آپ بھی آرام سے بیٹھیں۔ مجھے بات کرنے دیں۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ فرقان صاحب نے ثابت کر دیا کہ مرد بے وفا ہوتا ہے۔ دل پھینک ہوتا ہے۔“ ”میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ دوسری شادی میرا حق ہے۔“

”آپ پھر بولے فرقان صاحب! کمال ہے دو دو شادیاں کرنے کے بعد بھی آپ میں بولنے کی ہمت اور جرأت باقی ہے اور یہ حق وغیرہ کی بات میرے سامنے مت کیجیے۔ بہت سورما آئے اس پروگرام میں جو چار شادیوں والا شرعی مسئلہ اٹھاتے تھے جب میں نے دوسرا کلمہ سنانے کو کہا تو جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ آپ بھی آرام سے بیٹھیے۔“

”اسے آرام سے مت بیٹھنے دو۔ اس نے میری ساجدہ کے گھر میں اس مکار کو لا بٹھایا۔“ ساس کا واویلا۔

”ارے جائیے، دیکھ رکھا ہے۔ آپ کی ساجدہ کو بھی۔ میرے فرقان صاحب کے ساتھ کھڑی والدہ ماجدہ لگتی تھی۔ آپ کی ساجدہ۔“ رمافہ نے ناک چڑھائی۔

”توبہ توبہ..... کیسی زبان ہے آپ کی۔“ بی، ایم نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

”آپ ہی بھگتیں گے اب فرقان صاحب، دوسری شادی کا سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔“

”ارے برباد ہو جائے گا ہمیں برباد کرنے والا۔ کبھی سکھ سے نہیں بیٹھے گا میری بیٹی کے خواب چکنا چور کرنے والا۔ اللہ کرے تجھے ڈھائی گھڑی کی آئے۔ اور تو پیلے منہ والی مکار تجھے کالا یرقان ہو۔ جس گھر میں میری بیٹی نہ بس سکی، وہ گھر ہی نہ رہے۔“

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"دیکھیں، آپ بزرگ ہیں، اس لیے میں آپ کا لحاظ کر رہا ہوں۔" فرقان صاحب نے ان بددعاؤں پہ بھنویں سکیڑ کر کہا۔

"ورنہ کیا کرتے آپ؟" بی، ایم نے للکارا۔ "میرے سامنے، بلکہ کیمرے کے سامنے مطلب ہزاروں دیکھنے والوں کے سامنے کیا آپ ان محترم خاتون پہ ہاتھ اٹھا لیتے؟ دیکھا ناظرین مرد کتنا منہ زور ہوتا ہے۔ نہ صرف غلطی کرتا ہے بلکہ اس پہ دیدہ دلیری سے اتراتا بھی ہے اور غلطی کی نشان دہی کرنے والے پہ حملہ بھی کرتا ہے۔ توبہ توبہ۔ مطلب میں تو پاگل ہو جاؤں گی۔"

"پاگل تو آپ سب مجھے کر دیں گے۔ مجھے یہاں لا کر بٹھا دیا ہے اور بولنے کا موقع بھی نہیں دے رہے۔"

"اچھا؟ ابھی اور بولنا چاہتے ہیں آپ؟" مطلب جب سے آپ آئے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟" بی، ایم نے بھولی بن کر پوچھا۔

"کچھ کہنا ہی ہے تو یہ بتائیں، ایک بیوی کے ہوتے ہوئے آپ کو دوسری شادی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"یہی تو میں بتانا....." پھر سے بولنے کی کوشش کی گئی، کمپیئر کی جانب سے ناکام بنا دیا گیا۔

"کیا ساجدہ صاحبہ خوب صورت نہیں ہیں؟ سگھڑ نہیں ہیں؟ لڑاکا ہیں؟ اولاد نہیں ہے؟"

"ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔" فرقان صاحب نے اقرار کیا۔

"مطلب... یونہی، بلاوجہ، ایسے ہی.....ایویں...؟" بی، ایم حیرت اور صدمے سے بے ہوش ہونے والی ہو گئی۔ "بغیر کسی وجہ کے آپ نے ان پہ سوتن لا بٹھائی؟"

"وہ ہو گی تو اس پہ کچھ بٹھاؤں گا ناں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس کو مرے دو سال ہو چکے ہیں۔ میں نے کسی کی زندگی خراب نہیں کی۔ کیوں کہ زندگی کب کی ختم ہو چکی۔"

"اور میں نے کسی کا گھر برباد نہیں کیا۔ گھر خالی تھا، میں نے تو آباد کیا ہے۔" رافعہ نے بھی جلدی سے اپنی پوزیشن کلیئر کی۔

"مطلب یہ دوسری شادی تو ہے مگر حالات ثابت کرتے ہیں کہ فرقان صاحب قصوروار نہیں۔ مطلب ناظرین، یہ تو کمال ہو گیا۔ آج پہلی بار ہمارے پروگرام میں کوئی ملزم مجرم ثابت ہونے کے بجائے بری ہو گیا اور آنٹی جی! میں آپ سے پوچھتی ہوں، آپ نے اپنے سابقہ داماد کو اس پروگرام میں کیوں بلوایا، جب آپ کی بیٹی اب زندہ ہی نہیں ہے تو اس کے حق پہ ڈاکا ڈالنے کا الزام کیوں لگایا گیا ہے؟"

"پروگرام کے آغاز ہی سے بی ایم کی ساری ہمدردیاں ساس صاحبہ کی جانب تھیں لیکن اب وہ کڑے تیور لیے ان سے جواب طلب کر رہی تھی۔

"ہاں ساجدہ اب حیات نہیں، مگر صرف ساجدہ ہی تو میری بیٹی نہیں، یہ خالدہ بھی تو میری لختِ جگر ہے اور دیکھو یہ سامنے بیٹھی ہے، بالکل حیات ہے۔"

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ساجدہ، خالدہ، ایک حیات، مطلب دوسری مرحومہ آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں آنٹی؟"

"کہنا کیا ہے۔ ساجدہ گئی تو خالدہ کو اس کے سارے کپڑے، سینڈلیں وغیرہ اس فیقے نے یہ کہہ کر دے دیے، تمہارا حق ہے بہن کی چیزوں پہ اور تمہارے ناپ کے بھی ہیں بس میری بھولی خالدہ خواب دیکھنے لگ گئی۔ ناپ کے کپڑوں کے ساتھ ساتھ اسے یہ رنڈوا بھی اپنے جوڑ کا لگنے لگا اور یہ اس کے سپنے توڑ کر اس موٹو کو بیاہ لایا۔"

"کیسی بھولی، میں کیا جانتا نہیں؟ تین منگنیاں کس لیے ٹوٹی ہیں؟"

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

''ناظرین، پروگرام کا رُخ بدل چکا ہے۔ ان لوگوں سے سر کھپانے کی اب مجھ میں ہمت نہیں، نہ ہی ہمارے چینل کے پاس اتنا بے کار وقت ہے کہ ہم خالدہ کے سپنوں کا ملبہ سمیٹتے پھریں۔ اس لیے اجازت دیجیے، بی ایم کو......اس وعدے کے ساتھ کہ اگلی بار ہم ایک اور منفرد موضوع لے کر حاضر ہوں گے۔ اللہ حافظ۔''

☆☆☆

''ڈرامے بازی....اور وہ بھی بوگس، کچے اداکار۔'' ربیع نے مکمل پروگرام دیکھنے کے بعد فوری تبصرہ کیا، جس سے باقی سب کو اختلاف تھا۔

''یہ سب حقیقت پہ مبنی تھا۔ سراسر حقیقت، لگالو شرط۔'' لیلیٰ اپنے بیان پہ مصر تھی۔

''ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ کوئی بھی اپنے اس قدر ذاتی اور گھریلو مسائل کو یوں پبلک کے سامنے نہیں لا سکتا۔ محض ٹی وی میں نظر آنے کے شوق میں کوئی بھی اپنی بے عزتی نہیں کروانا چاہے گا۔''

''جو شخص ہو ہی بے عزتی کے لائق، اسے یونہی سرِعام جوتے لگنے چاہئیں۔ اسی لیے تو یہ پروگرام مجھے پسند ہے اور یہ لمبے منہ والی بی ایم بھی کیسا بھگو بھگو کے لگاتی ہے۔ واہ۔'' دادی نے جھوم کر کہا۔

''اور یہ جو سامنے بیٹھے خاموشی سے ''بھیگے بھیگے'' کھا لیتے ہیں۔ ان کو کیا مجبوری ہے؟ کیوں نہیں پروگرام چھوڑ کے اٹھ بھاگے؟ اسی لیے ناں کہ انہیں اس کام کا معاوضہ ملتا ہے۔ یعنی اس کردار کو ادا کرنے کا۔ آپ مان جایئے دادی کہ ابھی ہمارا معاشرہ اتنا وسیع النظر نہیں ہوا کہ ایسے نازک مسائل کی تشہیر کرے۔ فرض کیجیے۔ ان محترمہ نے اپنے سابقہ داماد کو اس پروگرام میں بلوایا بھی ہے تو ان جناب کو ایسی کیا مجبوری تھی کہ وہ اس بلاوے پر کشاں کشاں چلے آئے جب کہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کے ساتھ یہاں کیا ہوگا اور ان کی دوسری بیوی، وہ نئی نویلی دلہن ایسے پارلر سے سج کر آئی ہے جیسے یہاں اس کی رونمائی ہونے والی ہو۔ آپ بلائیں ناں، ذرا کسی رشتے دار کو، جس سے آپ کو شکایت ہو۔ دیکھتا ہوں کون آتا ہے یوں ہزاروں لوگوں کے سامنے ذلیل ہونے۔''

''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا....'' نومی نے اچھل کر داد دی۔

''یہ بہترین آئیڈیا ہے اس پروگرام کی حقیقت جانچنے کا۔ سارا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔'' اسے محاورے بے دریغ اگلنے کا شوق بھی اتنا ہی تھا جتنا کہ اوٹ پٹانگ گانے گنگنانے کا۔

''یعنی کہ.....یعنی کہ ہم خود اس پروگرام میں شرکت کریں؟'' لیلیٰ اس کا مقصد بھانپ کر حیرت سے بولی۔

''چلو، ایسا کر دیکھو، خود پتا چل جائے گا کہ عام افراد کو اس میں شرکت کی اجازت ہے یا یہ پیشہ ور گمنام، غیر معروف سے اداکاروں کو لے کر باقاعدہ اسکرپٹ کے تحت بنایا جاتا ہے۔'' ربیع بھی رضامند تھا۔

''مگر سوال یہ ہے کہ ہم کسے ملزم بنا کر اس عدالت میں گھسیٹیں؟''

''یہ بھی کوئی سوچنے والی بات ہے۔'' حبیبہ نے سب سے پہلے مشورہ دینا چاہا۔

''ہم ماسی نور بی بی کی مٹی پلید کراتے ہیں۔ مہینے میں کم از کم پندرہ چھٹیاں کرتی ہے۔ پانچ تاریخ تنخواہ دینے کے لیے مقرر ہے مگر پہلی تاریخ سے دو تین دن پہلے ہی قسطوں میں تنخواہ ایڈوانس میں مانگ کے لے جاتی ہے اور پھر پانچ تاریخ کو زبردست گھپلا کرتی ہے۔ ہزار میں سے تقریباً پانچ چھ سو ایڈوانس لے گئی ہوتی ہے۔ مگر مانتی نہیں۔ بضد رہتی ہے کہ بس ڈھائی تین سو لیے تھے۔ اس طرح ہر مہینے یہ مکار زائد رقم اینٹھ لیتی ہے۔ ذرا نظر چوک جائے تو کچن میں سے کھانے پینے کی چیزیں پار کر لیتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ فریج میں رکھی اشیا بھی جھوٹی کرنے سے باز نہیں آتی۔ جھاڑو دیتے ہوئے اکثر گندگی بیڈ یا صوفے کے نیچے کر دیتی ہے۔ ہر نئے سلوائے جوڑے پہ اس کی نظر ہوتی ہے ایسی ندیدی ہے، پہلے سے ہاتھ رکھ دیتی ہے کہ بی بی بس تین چار بار پہننا، پھر یہ میرا ہے۔ کئی بار تو اس پتھر پھاڑ کی نظر ایسی لگی کہ نیا جوڑا دو بار بھی پہننا نصیب نہیں ہوا۔ کبھی کیل سے کھنچ لگ گئی تو کبھی تیل سے چکنا ہو گیا اور سب سے بڑی شکایت تو اس سے یہ ہے کہ ہر دوسرے دن نسوار کے نشے میں دھت ہو کے آتی ہے اور ایسے ایسے بے ہودہ پنجابی گانے گلا پھاڑ کے گاتی ہے کہ میں بچوں کے سامنے

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہوں۔ اس نومی کے بچے کو پنجابی سمجھ تو آتی نہیں، ایک دن ماسی نور بی بی کو گاتا سن کر وہ واہیات گانا خود بھی سارا دن گاتا رہا۔ دو بار چپل اور ایک بار بیلنا کھا کر باز آیا۔ اب تم ہی بتاؤ، اس بد بخت ماسی سے بڑھ کر کسی کا حق بنتا ہے۔ ''پٹاخہ'' میں جانے کا۔؟''

''بجا ارشاد، وہاں بازی الٹ بھی سکتی ہے۔ ان محترمہ بی، ایم کی ہمدردیاں اگر ماسی نور بی بی کی جانب ہو گئیں تو ایک خرانٹ ملازمہ کے سامنے آپ اپنی سبکی کروانا گوارا کر لیں گی؟ اور سب سے پہلا سوال بی ایم نے یہ کرنا ہے کہ اگر اس ملازمہ میں اتنے کیڑے ہیں تو آپ اسے ہٹا کیوں نہیں دیتیں؟''

''کیسے ہٹاؤں، اور کوئی ملتی بھی تو نہیں۔''

''تو صبر کیجیے اور ساتھ ساتھ شکر بھی۔ اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس پروگرام میں آنے کے بعد بھی ماسی نور بی بی اس گھر میں کام کرتی رہے گی تو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔''

''ربیع ٹھیک کہہ رہا ہے، حبیبہ! کیوں اچھی بھلی نوکرانی سے بگاڑ پیدا کرتی ہو اور نامراد، نشہ تو بے شک کرتی ہے نسوار کا۔ مگر اس دن دباتی بڑا دل لگا کر ہے۔ بدن کا جوڑ جوڑ سکون میں آ جاتا ہے۔'' دادی نے بھی خلاف معمول اپنی بہو کی حمایت سے گریز کیا۔ ورنہ دونوں زیادہ تر ایک ہی سر اور تال میں رہا کرتی تھیں۔

''میں اپنے ٹیلر کے لتے لینا چاہتی ہوں، میں دماغ لڑا لڑا کے، مہنگے مہنگے فیشن میگ خرید کے۔ ایک اچھوتا اور منفرد ڈیزائن تخلیق کرتی ہوں اور یہ اس کی ''لوٹ سیل'' مچا دیتا ہے۔ ابھی مجھے پہننا نصیب نہیں ہوتا اور محلے کی ہر رشیدہ، نسرین نے یہ ڈیزائن پہنا ہوتا ہے اور ہر پھیرے میں مُچھو نے سلائی کا ریٹ بھی بڑھایا ہوتا ہے۔''

''اور میری بھولی بہنا لے لا۔ یہ مت بھولو کہ بی ایم سے بڑا لوٹا کوئی نہیں۔ وہ بیان اور وفاداریں بدلنے میں بڑے بڑے جغادری سیاست دانوں کو مات دیتی ہے۔ ہر پندرہ منٹ بعد اس کا رخ تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابھی اس کی حمایت تو ابھی اس کی طرف داری۔ اس جاہل درزی کے سامنے کیوں ہمارے خاندان کو ہلکا

کروانا ہے!''

''کیوں نہ تمہاری اس مقصودہ آنٹی کے لتے لیے جائیں۔'' یہ دادی کا آئیڈیا تھا۔

''کون سی مقصودہ آنٹی؟''

''اے ہے وہی.... جس کی سرمئی مونچھیں ہیں۔ لبی لبی قلمیں۔ وہی مردمار، جس کی آواز بالکل وسیم عباس جیسی ہے۔''

''ان آنٹی میں آنٹیوں والی بھی کوئی بات ہے یا نہیں؟'' نومی نے پوچھا۔

''آنٹیوں والی بات یہ ہے کہ وہ تمہارے ابو کے چچازاد بھائی کی بیوی ہیں۔'' حبیبہ نے جواب دیا۔

''تو ان پہ کیا دفعہ نافذ کی جائے۔ مونچھوں کو بلیچ نہ کرنے کی یا آواز وسیم عباس جیسی ہونے کی۔''

''وہ نہ صرف خود کسی سے ملنا جلنا گوارہ نہیں کرتی بلکہ اچھے بھلے ملنسار اور بااخلاق نصیر کو بھی پابند کر ڈالا ہے۔ کیسا محبت کرنے والا بچہ تھا۔ تائی امی تائی امی کہتا جان چھڑکتا تھا مجھ پہ، اس کی بیوی کو بلاؤ بس تم۔ میں گواہ کے طور پر دو تین اور رشتے دار ساتھ لے آؤں گی۔ دیکھتی ہوں، کیسے طرف داری کرتی ہے بی، ایم اس کی۔ رشتے داروں کے ساتھ قطع تعلق کرنے والے پہ تو اللہ کی جانب سے بھی سخت سزا ہے۔''

''بس بس رہنے دیں آپ، پہلی بات تو یہ کہ میں اب بھی پر یقین ہوں یہ پروگرام ڈھکوسلہ ہے۔ پھر بھی اگر آپ اس کی حقیقت اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ہی یقین کرنے پر تیار ہیں تو میرے آئیڈیا پر عمل کریں۔ میں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا مسئلہ لے کر وہاں جانا چاہیے۔ اس بے ایم کو گھسن گھیری نہ بنا ڈالا تو ربیع نام نہیں۔''

وہ اپنا آئیڈیا تفصیل سے بتانے لگا۔

☆☆☆

''پٹاخہ میں دھماکا حاضر ہے آپ سب کی بی، ایم۔'' انتہائی حدود تک پھیلائی مسکراہٹ کے ساتھ وہ

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

اب ان سب کا تعارف کرانے لگی۔

”ہمارے آج کے شرکاء ایک ہی فیملی، ایک ہی گھر سے آئے ہیں اور جیسا کہ ہمارے پروگرام کا فارمیٹ ہے۔ یہ سب پہلے اپنی اپنی شکایت اور الزامات بیان کریں گے، اس کے بعد میں ان سے مختلف سوالات کر کے یہ اگلوانے کی کوشش کروں گی کہ دراصل ان میں سے قصوروار کون ہے۔ اور چوں کہ دلوں میں کدورت رکھے بغیر، بغض پالے بغیر آپ اس پروگرام میں شریک ہو ہی نہیں سکتے، اس لیے ظاہر ہے کہ یہ سب بھی نکالنے کے لیے وافر مقدار میں بھڑاس دل میں بھر کے لائے ہوں گے، مگر مزے کی بات یہ ہے کہ ابھی تک انہوں نے اپنے الزامات کی تفصیل سے ہمیں بھی آگاہ نہیں کیا۔ مطلب آپ کی طرح بی ایم بھی نہیں جانتی کہ آج فساد کی جڑ کیا ہے۔ مطلب آج کا ہمارا یہ Reality Show ایک لحاظ سے سسپنس شو بھی ہے۔ میں آپ کا تعارف کروادوں۔ یہ اس فیملی کی بزرگ ہیں۔ دادی جان، یہ مسز حبیبہ ہیں ان کی بہو اور ان تین نوجوان بہن بھائیوں کی والدہ، یہ مسٹر ربیع ہیں۔ یہ سب سے بڑے ہیں اور ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں حال ہی میں ایک اچھی پوسٹ پہ فائز ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ مس لیلیٰ بیٹھی ہیں جو میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہیں اور ہمارے سب سے کم عمر مہمان مسٹر نعمان ہیں جو فرسٹ ایئر کے اسٹوڈنٹ ہیں۔ ہم اپنی بحث کا آغاز کرتے ہیں سب سے بزرگ مہمان سے جی، تو دادی جان! آپ بتائیے آپ کو کس سے شکایت ہے مطلب آپ کس پہ الزام عائد کرنا چاہتی ہیں اور مطلب کیا الزام؟“

”بھئی پہلی بات تو یہ بی بی! تم مجھے دادی جان مت کہو۔ میری کوئی بھی پوتی اتنی عمر کی نہیں ہے۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ مطلب.....مطلب.....“ پہلا وار ہی اتنا بھرپور تھا کہ بی ایم ہڑبڑا کر رہ گئی۔

”اور دوسری بات یہ کہ مطلب، مطلب کی گردان کرنا بند کرو تو میں کچھ کہوں۔ ایسی ”مطلبی“ گفتگو مجھے نہیں آتی۔“

”جی بالکل، ہم یہاں کام کی باتیں کرنے آئے ہیں۔“ حبیبہ نے ساس کی تائید کی۔

”سب سے بڑی شکایت مجھے اپنے بیٹے سے ہے۔ وہ پچھلے اکیس سالوں سے روزگار کے سلسلے میں کینیڈا میں مقیم ہے۔“ اتنا کہہ کر دادی جان رک گئیں۔ بی، ایم کچھ دیر ان کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پھر کیمرے کی جانب منہ کر کے اپنا اندازہ بیان کیا۔

”لیجیے ناظرین! کھودا پہاڑ نکلا چوہا، یہ بھی وہی ساس بہو کا روایتی پھڈا نکلا۔ مطلب ان بزرگ خاتون کے اکلوتے بیٹے اپنی بیگم کی جائز ناجائز فرمائش پوری کرنے کی غرض سے بیرون ملک مقیم ہیں۔ پیچھے ان دونوں کے لیے محاذ کھلا ہوا ہے۔ بلا کسی روک ٹوک کے منہ ماری جاری ہے۔ یقیناً وہ صاحب جو باہر چلے گئے ہیں، ماں کو بالکل ہی بھول گئے ہیں۔ بے چاری بہو کے رحم و کرم پر ہیں۔“

”آپ نے میری ساس کو بے چاری کہنے کی ہمت کیسے کی؟“ حبیبہ نے کڑے تیور لیے بی، ایم کو ٹوکا۔

”اور تو اور میرے میاں پہ بھی فضول سے شک و شبہ کا اظہار کیا۔“

”لو، دیکھ لو...... یہ میری بہو۔“ دادی نے سامنے بیٹھے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ”ایک مشرقی اور باوفا بیوی، جو اپنے شوہر کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں، حالانکہ میں اس نالائق کے بارے میں کچھ کہنے آئی ہوں جو اکیس سالوں سے وہاں صرف اور صرف نوٹ کمانے میں مصروف ہے۔“

”قطع کلامی کی معذرت مگر نوٹ: ”صرف“ نوٹ نہیں ہوتے۔ مطلب انہیں کمانا کوئی ایسا آسان کام نہیں جو ”صرف اور صرف“ کہلایا جا سکے۔“

”تم تو چپ ہی رہو بی بی! زندگی میں نوٹ کمانے کے علاوہ اور کیا مقصد رہا ہوگا تمہارا۔ اس لیے ایسی ہی بات کرو گی مگر اس عورت کی جانب دیکھو جو پچھلے اکیس سالوں سے تن تنہا ساری ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہے۔ تین بچوں کی پرورش، ان کی تعلیم و تربیت دیکھو ان نالائقوں کو، کیسے جان مار کے پروان چڑھایا ہے اس نے۔ اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کر کے ان کا مستقبل اور اپنے شوہر کا بڑھاپا سنوار دیا ہے۔ پھر گھر کی، اندر باہر کی

وقار عظیم ۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مصروفیات، رشتے داری، تعلق داری نبھانا، لین دین۔ میل ملاپ، سارے خاندان برادری سے اچھی طرح نبھا کے رکھنا آسان کام نہیں، مگر شاباش ہے اس عورت پہ جس نے یہ کام اپنے بل بوتے پر کیا ہے۔ کیا سسرال، کیا میکہ سب سے بڑھ کے اپنے بوڑھے ساس سسر کی خدمت کی، ان کا ایسا خیال رکھا کہ کیا سگی اولاد بھی رکھتی ہوگی۔ چار سال پہلے جب اس کے سسر گزرے تو آخری دم تک اس کے لیے لبوں پہ دعا تھی۔ کیا اس عورت کے ساتھ زیادتی نہیں کہ اس کا شوہر پچھلے اکیس سالوں میں صرف چار پانچ بار پاکستان آیا ہو اور وہ بھی چند ہفتوں کے لیے۔ اور کتنے کمائے گا آخر۔ جب گیا تھا تب ربیع ننھا سا تھا اور لیلیٰ، وہ تو چند مہینوں کی تھی اور ماں کی گود میں تھی۔ جب بچوں کو ضرورت تھی باپ کی، تب یہ ضرورت اس نے ڈرافٹ بھیج بھیج کے پوری کی۔ میں کہتی ہوں، اب ماں اور بیوی کو تمہاری ضرورت ہے، اور یہ ضرورت کوئی ڈرافٹ نہیں پورا کرسکتا۔''

اس طویل بیان پہ حاضرین کی جانب سے زبردست اور گونج دار تالیوں کی صورت میں داد ملی، بی ایم اس صورت حال سے کچھ غیر مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اس کے پھیکے چہرے پہ تذبذب کا عالم تھا۔

''مطلب، مسز حبیبہ نے آپ کو اس حد تک دبا رکھا ہے کہ آپ وہی کہنے پہ مجبور ہیں جو یہ چاہتی ہیں۔''

اچانک اس نے پینترا بدل کے دادی پہ وار کیا۔ اب اس کا کھویا ہوا اعتماد واپس لوٹ رہا تھا۔

''آپ کہنا کیا چاہتی ہیں کہ امی جان میرے دباؤ میں آکر یہ سب کہہ رہی ہیں؟''

حبیبہ اس بے بنیاد الزام پہ دنگ رہ گئیں۔

''جی آپ درست سمجھیں، میرا یہی مطلب تھا اور اب آپ خاموش رہیں، مجھے بولنے دیں۔ ہاں تو آنٹی جی! آپ گھبرائیں مت۔ ایزی رہیں، کھل کے بات کریں۔ کسی سے ڈرنے یا جھجکنے کی ضرورت نہیں۔ یہ پلیٹ فارم آپ کو اسی لیے مہیا کیا گیا ہے تاکہ آپ کے دل میں جو خدشات ہیں جو گلے شکوے ہیں وہ آپ بنا کسی ڈر کے بیان کر دیں۔''

''آپ یوں کہیے کہ یہ میلہ اصل میں رائی کا پہاڑ بنانے کے لیے لگایا ہے۔'' ربیع جواب تک خاموش بیٹھا تھا چلا اٹھا۔ ''آپ بلاوجہ میری معصوم دادی کو بہکانے کی کوشش کر رہی ہیں۔''

''آپ پلیز منہ بند کر کے بیٹھیں۔''

''کیوں، میرے منہ سے بدبو آ رہی ہے؟ اور آ بھی رہی ہے تو آپ خاصے فاصلے پہ ہیں۔''

''مائی گاڈ....'' بی ایم نے اپنے مخصوص انداز میں کانوں کو ہاتھ لگائے۔ ''کیسے کیسے لوگ آ جاتے ہیں، دیکھا آپ نے ویورز.... میرے حوصلے کی داد دیں۔ دیکھیں مسٹر ربیع! آپ کو بولنے کا موقع دیا جائے گا۔ آپ اپنی باری کا انتظار کریں۔ فی الحال ''اوپنرز'' کو اپنی اننگز پوری کرنے دیں۔ جی آنٹی توبہ توبہ! مجھے آپ سے ہمدردی ہو رہی ہے۔ آپ کس قدر حلیم الطبع شفیق سی ہیں اور یہ پوری فیملی.... کیسے صبر سے گزارا کرتی ہوں گی، آپ ان کے ساتھ۔ ایک سے بڑھ کر ایک۔''

''آپ بار بار ان کو گمراہ کرنے کی کوشش.....''

حبیبہ نے ایک بار پھر تنک کر کہنا چاہا مگر بی ایم نے یہ کوشش ناکام بنا دی۔

''آپ پھر بولیں۔ مجھے بات کرنے دیجیے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ یہ بزرگ خاتون کب سے خاموش بیٹھی ہیں اور آپ اچھل اچھل کر بول رہی ہیں۔ گھر پہ بھی آپ کا یہی رویہ ہوگا۔ سارا وقت آپ بولتی ہوں گی۔ یہ سنتی ہوں گی۔ کم از کم یہاں تو انہیں دل کی بات کہنے کا موقع ملنا چاہیے۔''

''امی جان کے منہ میں پان ہے اس لیے نہیں بول رہیں، ورنہ.....''

حبیبہ نے ہڑبڑا کے ادھوری بات کی۔ اتنے لوگوں کے سامنے بار بار یہ لڑکی انہیں ظالم قسم کی بہو ثابت کرنے پہ تلی ہوئی تھی۔ یہ بات انہیں تاؤ دلا رہی تھی۔ چہرہ انگارہ ہو رہا تھا۔ بلڈ پریشر انتہائی حدوں کو چھونے لگا تھا۔ بس نہ چل رہا تھا کہ امی کا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے چل پڑیں۔

''ورنہ؟ ورنہ کیا؟'' بی ایم نے گال پہ انگلی رکھ کے پوچھا۔ ایک معنی خیز گہری نظر حاضرین پہ ڈالی، اسی

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

نظر سے کیمرے کے ذریعے ناظرین کو نوازا گیا۔ پھر دادی کی باری آئی۔

''لیجیے آنٹی! آپ پردے ڈال لیجیے۔ یہاں تو بات منہ میں بدبدابدبدا کر برا بھلا کہنے تک آ گئی۔ میرا خیال ہے ناظرین۔ میرا اور خاص طور پہ ریکارڈنگ کا لحاظ کر کے یہ خاموش ہو گئیں ورنہ نجانے بزرگ مظلوم ساس کو ابھی نجانے کیا کیا سنا ڈالتیں۔''

دادی کا دل اچانک بھر آیا۔ وہ دوپٹے کے کونے سے آنکھ رگڑنے لگیں۔

''دیکھیں، آپ روئیں مت، ہم کرتے ہیں کچھ نہ کچھ۔ یہ پروگرام اسی مقصد کے تحت شروع کیا گیا ہے کہ مظلوم کی آواز دنیا تک پہنچے اور ظالم کو عبرت ناک سلوک کا سامنا کرنا پڑے۔''

''آپ بے پر کی ہانکے جا رہی ہیں۔ محترمہ!'' ربیع سے برداشت نہ ہوا۔

''اور آپ بار بار میرے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہیں۔ مطلب، تمیز نہیں آپ کو کسی خاتون سے بات کرنے کی۔ گھر پہ آپ اپنی دادی، امی اور بہن کے ساتھ بھی اسی لہجے میں بات کرتے ہیں؟ دادی کے ساتھ تو ضرورت کرتے ہوں گے، ہاں شاید امی سے دب جاتے ہوں۔ بھئی، جو عورت اپنی ساس تک کو ڈرا دھمکا کے رکھتی ہو۔ میاں کو مٹھی میں کر رکھا ہو، وہ اولاد کو دم مارنے کی اجازت کہاں دے گی۔ شاید انہوں نے ہی آپ کی ایسی غلط تربیت کی ہے۔''

''کمال ہے، حد ہی ہو گئی۔ اور امی جان! آپ چپ چاپ سنے جا رہی ہیں۔ تھوکیے اس پان کو اور بتائیں انہیں کی اصل بات کیا ہے۔''

غصے اور بلڈ پریشر کی زیادتی سے وہ خود پہ کنٹرول نہ کر سکیں اور معمول سے کہیں بلند آواز اور سخت لہجے میں چلائیں۔

''نوٹ کیا آپ نے۔ کیسے حکم چلایا جا رہا ہے اپنی ساس پہ۔ ان کا پان تک کھانا گوارا نہیں اور خود..... مطلب میاں کی باہر کی آمدنی ہے۔ عیش تو ہوں گے۔''

''آپ کچھ کہتی کیوں نہیں؟'' حبیبہ نے اس بار اور غصے سے کہا جس پہ دادی اچانک طیش میں آ گئیں۔ سرعام بہو کا اتنا ڈپٹ کر بات کرنا بڑا برا لگا تھا۔

''کیا کہوں؟ تم ہی چپ ہو جائے۔ میں کچھ بھی کہوں، کوئی یقین نہیں کرے گا۔ تم بات ہی ایسے کر رہی ہو۔ یہ کوئی طریقہ ہے کسی بزرگ سے بات کرنے کا۔ لال لال آنکھیں نکال کر گھور رہی ہو۔''

''آپ.... آپ.... آپ..... مجھ سے ایسے بات کر رہی ہیں؟'' صدمے اور بے یقینی کے مارے حبیبہ کے گلے سے آواز گھٹ گھٹ کے نکلی۔

''یعنی یہ کہنا چاہ رہی ہیں کہ اے ساس! تمہاری اتنی جرات! مطلب.... کتنی شرم کی بات ہے، ہماری خواتین کے دل سے اللہ کا خوف اور بزرگوں کا لحاظ بالکل ختم ہوتا جا رہا ہے۔''

بی ایم کا چہرہ دہکنے لگا تھا، غالباً اب جا کر سینے میں ٹھنڈ پڑی تھی۔ اب اس نے اطمینان سے اپنا رخ بدلا۔

''جی تو آپ بتایئے کیا پرابلم ہے آپ کا؟''

اس نے لیلیٰ کو مخاطب کیا تھا اور لیلیٰ تو حیرت زدہ سی بیٹھی غالباً اپنے ہوش میں پہلی بار یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ اس کی ماں اور دادی ہمیشہ کی طرح ساتھ ساتھ بیٹھی تھیں مگر منہ پھیرے ہوئے۔ ناراض ناراض سی۔ خفا خفا سی۔ بی ایم کی آواز پہ اس نے چونک کر دیکھا۔

''جی......؟''

''جی، میں آپ سے ہی مخاطب ہوں، دیکھیے ویورز، ہماری یہ مہمان کتنی خوف زدہ ہیں۔ ان سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کی شخصیت پہ چھائے اس خوف و ہراس کی وجہ کیا ہے؟ ان کی ظالم و جابر ڈکٹیٹر والدہ، ان کے یہ دوعدد تشدد پسند بھائی یا پھر ان کی سخت گیر قدامت پسند دادی۔''

''اے بی بی! مجھے کیوں گھسیٹ لیا تم نے؟ اور تم تو میری پارٹی کی ہو۔ ابھی میری طرف داری میں

جڑے تھکا رہی تھیں؟" دادی ہڑبڑا کے چونک اٹھیں۔

"میں کسی کی طرف داری نہیں کرتی اور نہ میرا کام پارٹیاں بنانا ہے۔ آپ نے جتنا بولنا تھا، آپ بول چکیں۔ اب ان نوجوانوں کو موقع ملنا چاہیے تاکہ ان کے مسائل بھی حل ہوں۔ آپ پلیز اب درمیان میں مت بولیں۔ جی تو مس لیلیٰ! آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ کس سے شکایت ہے آپ کو؟"

"اپنے بڑے بھائی ربیع سے۔"

"وہ تو میں پہلے ہی بھانپ گئی تھی۔ مطلب یہ حضرت دیکھنے میں ہی مسئلہ نظر آتے ہیں۔ مطلب...... کوئی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ دوسروں کے لیے پرابلم کری ایٹ کرنے اور انہیں گزند پہنچانے کے علاوہ کچھ...... اور کرنے کے قابل ہی نہیں۔"

بی ایم کینہ توز نظروں سے ربیع کو گھور رہی تھی جو پروگرام کے آغاز میں ہی اس سے پنگا لے چکا تھا۔

"میں نے آپ کی 'مج' کھولی ہے جو آپ مجھ پہ اتنی خار نکال رہی ہیں۔"

"یہ تو ابھی آپ کی بہن بتائیں گی کہ آپ نے کس کی 'مج' کھولی ہے اور کس کا 'سانڈ'؟"

"مجھے اپنے بھائی سے یہ کہنا ہے کہ یہ دن میں دس مرتبہ مجھے جو ذہنی اذیت دیتے ہیں، اس سے باز آ جائیں، میں بے حد ذہنی کوفت محسوس کرتی ہوں۔ مجھے، مجھے پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے جب یہ...... بس آپ انہیں منع کر دیں۔"

"چہ چہ...... دس مرتبہ؟" بی ایم نے اپنی مرغی کے ڈیلوں جتنی آنکھیں باہر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"کیا کرتے ہیں یہ دس مرتبہ؟ ہاتھ اٹھاتے ہیں؟ گالم گلوچ کرتے ہیں؟ پیسے چھین کر لے جاتے ہیں؟ نشہ وشہ کرتے ہیں؟ یا پھر آپ کے کالج یا کہیں بھی اور جانے پر پابندی لگاتے ہیں؟ بتائیں بتائیں شاباش ڈریں مت؟"

"یہ میرا نام بگاڑتے ہیں اور اس بری طرح بگاڑتے ہیں کہ میری ساری شخصیت ہی مسخ ہو کے رہ جاتی

ہے۔ اتنا خوبصورت ہے میرا نام...... لیلیٰ...... اور یہ اسے......" وہ جھجک کے چپ ہو گئی۔ شاید یاد آ گیا کہ کیمرہ آن تھا۔

"بتائیے، بتائیے، کیا کہہ کر پکارتے ہیں یہ؟" بی ایم نے پچکارا۔

"میں بتاتا ہوں، 'لے لا' کہتا ہوں میں اسے اور بتائیں اس میں کیا برائی ہے؟ اتنا پیارا سا نام ہے اور پیار سے ہی پکارتا ہوں۔"

"مائی گاڈ...... 'لے لا' مطلب کہ 'لے، لا۔' وہ افسوس سے سر ہلانے لگی۔

"مطلب بکری کا بچہ، یعنی آپ براہ راست اپنی والدہ سے بھی گستاخی کر رہے ہیں۔"

"کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" ربیع اچھل پڑا۔ اتنی دور تک کا تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ ڈرتے ڈرتے حبیبہ کی جانب دیکھا۔ ان کا فشار خون غالباً اب ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ خشمگیں نگاہوں سے وہ اسے ہی گھور رہی تھیں۔

"آپ بات کو کہاں سے کہاں لے گئیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو بس ایسے ہی لاڈ میں، ذرا پیار سے اس کا نام بگاڑ دیتا ہوں۔ اس میں بدتمیزی اور گستاخی والی بات کہاں سے آ گئی۔"

"اتنا ہی لاڈ اٹھ رہا تھا تو آپ 'لیلیٰ' کو 'للی' بھی کہہ سکتے تھے مگر یہ تو پھول کا نام ہے۔ آپ کا مقصد تو اس کی انسلٹ کرنا تھا اس لیے جانوروں والا نام رکھا بلکہ نام تو نام ہوتا ہے، مطلب اس کو کسی بھی طرح بگاڑنا جائز نہیں ہے۔ یہ ایک غلط حرکت ہے سنگین اور مجرمانہ حرکت۔"

بی ایم نے فتویٰ صادر کیا۔

"اچھا......؟ نام کو مسخ کرنا، اسے بگاڑنا یا مختصر کرنا ایک غلط، سنگین اور مجرمانہ حرکت ہے؟" ربیع نے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"تو ٹھیک ہے میں یہاں ان سب لوگوں کے سامنے، ہزاروں ناظرین کے سامنے، اپنی امی، دادی،

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

بہن اور بھائی کے سامنے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں ہر ایک کو اس کے اصل نام سے ہی پکاروں گا۔ اب تو آپ خوش ہیں محترمہ بتول مشتری۔"

"کک......کیا......کیا کہا آپ نے؟"

بی ایم کو گویا کسی بچھو نے ڈنک مارا تھا۔

"میں نے کہا، اب تو آپ خوش ہیں ناں محترمہ بتول مشتری۔ آج سے میں اپنی یہ بری عادت ترک کر رہا ہوں اور اس اچھے کام کا آغاز بھی آپ کی ذات سے کیا ہے۔ پتا نہیں کس گستاخ، بدتمیز نے آپ کے نام کا یہ حشر کیا تھا۔ اچھا بھلا معزز اور بارعب سا نام ہے بتول مشتری۔"

"آپ......آپ کو کیسے پتہ چلا؟ مطلب آپ کو کسی نے غلط خبر دی ہے۔ میرا نام بی ایم ہے۔" اس نے خود پہ قابو پا کے شدومد سے ربیع کی بات جھٹلائی۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ کیا کسی اسپورٹس کار کا نیا ماڈل ہیں جو ایسا نام ہوگا؟ میں نے آپ کے ماڈلنگ کیریئر کے ابتدائی دور کا ایک انٹرویو پڑھا ہے جس میں آپ کے والد چراغ دین یعنی بقول آپ کے سی ڈی صاحب نے یہ انکشاف کیا تھا کہ آپ کا نام بتول مشتری آپ کی نانی اور دادی کی یاد میں، ان دونوں کے ناموں کے امتزاج سے ترتیب دیا گیا تھا۔"

"آپ میرے ہی پروگرام میں مجھ پہ کیچڑ اچھال رہے ہیں۔" وہ تلملانے لگی تھی۔

"لیجیے، آپ کے والد بزرگوار کا ذکر کرنا یا آپ کی مرحوم نانی اور دادی کے نام لینا آپ کے نزدیک کیچڑ اچھالنے کے مترادف ہے۔ یہ تو سراسر بدتمیزی، گستاخی اور......"

"آپ خاموش رہیے۔" بی ایم نے اپنا پسندیدہ فقرہ دہرایا۔

"ناظرین! آپ نے دیکھا۔ اس خاندان کا آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ خاص طور پر یہ مسٹر ربیع، میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میں ان کی بہن نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے اس معصوم لڑکی پہ بھی ترس آ رہا

ہے جو حقیقت میں اس شخص کی بہن ہے اور پتہ نہیں کیسے گزارا کر رہی ہے۔ ویسے تو میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا اس پروگرام کو جاری رکھنے کا۔ مطلب میں ان میں سے کسی کے بھی منہ نہیں لگنا چاہ رہی مگر مجبوری ہے۔ یہ ہمارے آخری مہمان ابھی باقی ہیں۔ ایک تو یہ سب سے کم عمر ہیں۔ دوسرا شکلاً یہ خاصے مسکین سے ہیں اور تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب سے پروگرام شروع ہوا ہے تب سے یہ خاموش بیٹھے ہیں۔ مطلب یہ ہمارے پروگرام کا ریکارڈ ہے کہ یہاں آ کر گونگے بھی پٹ پٹ بولنے لگ جاتے ہیں۔ لاکھ چپ کراؤ مگر چپ ہونے کا نام ہی نہیں لیتے اور شاباش ہے اس نوجوان پہ، جس نے بولنے کی ذرا سی بھی کوشش نہیں کی۔"

"نہ صرف بولنے کی بلکہ اس نے سننے کی بھی کوشش نہیں کی۔"

ربیع نے لقمہ دیا۔

"مطلب......؟ مطلب یہ، یہ بیچارے، اوہو......"

"آپ مطلب بہت نکالتی ہیں اور وہ بھی غلط، کیا آپ کو نومی کا "ایئرفون" نظر نہیں آ رہا؟ یہ گانے سن رہا ہے۔"

"اچھا......کون سے؟ مطلب، میوزک کا شوق تو مجھے بھی ہے۔" اس نے اشتیاق سے نومی کو دیکھا، جو اب ربیع کے ٹھوکے دینے پر ایئرفون اتار رہا تھا۔

"چولو، چولو، پاپی چولو......"

وہ کرسی پہ بیٹھا بیٹھا تھرکنے لگا۔

"بے ہدایت! تو یہاں بھی پاپیوں کے راگ الاپنے لگا۔" دادی نے چشمہ درست کر کے اسے گھوری ڈالی۔

"میں نے کہا بھی تھا کہ اسے گھر رہنے دو، اس کا ریکارڈ بجنے سے باز نہیں آئے گا۔"

اس بار لیلیٰ نے اسے سہانے کی اپنی سی کوشش کی۔

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

''گھر پہ اکیلا چھوڑتے تو کھل کر حلق پھاڑتا۔ محلے والے شام کو لڑنے آ جاتے۔''

حبیبہ نے عذر پیش کیا۔

''دیکھا آپ نے باجی! سب کے سب میرے مخالف ہیں۔ میرا ایک ہی تو شوق ہے وہ بھی اتنا بے ضرر سا۔ اس پہ بھی سب کو اعتراض رہتا ہے۔ حالانکہ میں کسی بھی معاملے میں کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیتا۔ امی کے کام بھاگ بھاگ کر کرتا ہوں۔ لیلیٰ باجی کی سہیلیوں کے ہاں چکر بھی لگاتا ہوں کبھی کچھ پکڑانے، کبھی کچھ مانگنے۔ دادی کی ٹانگیں بھی دباتا ہوں۔ ربیع بھائی کے دوستوں کے لیے چائے بھی بناتا ہوں اور ان کا کمرہ بھی درست حالت میں رکھتا ہوں کیونکہ لیلیٰ باجی تو ان کے کسی کام کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتیں۔''

''مائی گاڈ......! مطلب اتنا بوجھ اس ننھی سی جان پر۔''

''جی باجی اور اس کے بعد بھی کوئی مجھ سے خوش نہیں رہتا۔''

''ناظرین، یہ ایک انتہائی مظلوم کردار ہے۔ اسی لیے میں اس کا یہ قصور معاف کرتی ہوں کہ اس نے آن ایئر مجھے دوبار باجی کہا۔ مطلب اب اس بے چارے کو میں کیا منع کروں، اس کے گھر والوں کی جانب سے اس پہ پہلے ہی کیا کم پابندیاں ہیں۔ بھئی کیا بات ہے آپ لوگ کیوں اتنی روک ٹوک کرتے ہیں اس معصوم پہ؟''

اس نے رخ بدل کر دادی اور حبیبہ سے سوال کیا۔

''بی بی! کیا تم ہمیں سکھاؤ گی کہ ہمیں اپنے بچے کی تربیت کیسے کرنا ہے؟''

حبیبہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح اپنے اندر کی ساری بھڑاس نکال لیں تاکہ بلڈ پریشر کچھ نیچے آئے، اسی لیے ان کی جانب سے جواب بڑے تپتے جھلتے انداز میں آیا تھا۔

''اب یہ اتنا بچہ نہیں رہا ہے۔ اسے کچھ تو کھل کے سانس لینے دیں۔ اسے بھی آزادی کے ساتھ جینے کا پورا حق ہے۔ آپ لوگ اپنے اپنے شوق ایک دوسرے پہ پورے کرلیا کریں۔ آپ کے پاس ایک عدد بیزار قسم کی حاکمیت پسند ساس ہے اور آنٹی! آپ بھی ایک عدد زبان دراز بہو کی مالک ہیں اور آپ دونوں......''

اب بی ایم نے ربیع اور لیلیٰ کی جانب اشارہ کیا۔

''آپ دونوں بھی ایک دوسرے کی ٹکر کے ہیں۔ اس بچے کو بخش دیں آپ۔ مجھے تو اسے دیکھ دیکھ کے ترس آ رہا ہے، چار چار ڈکٹیٹرز کے نرغے میں رہنا بڑا دل گردے کا کام ہے۔''

''بڑا جی......'' نعمان ہمدردی پا کے اور مسکین بلا بننے لگا۔

''میرا ہی حوصلہ ہے، اسی لیے تو میرا ''پاپی چولو'' نکل جاتا ہے۔ بس کیا بتاؤں آپ کو بتول مشتری آپاں''

''کیا کہا! بتول بھی؟ مشتری بھی؟ اور آپاں بھی؟ مطلب آپا، آپی نہیں بلکہ پورا ''آپاں'' مطلب...... مطلب تم بھی کسی سے کم نہیں۔''

''جی ہاں ہم...... کسی سے کم نہیں، کم نہیں۔ کم نہیں۔'' وہ قوالوں کے انداز میں تالی پیٹ کر تان لگانے لگا۔

بنے چاہے دشمن، دشمن زمانہ غم نہیں، غم نہیں
ہم کسی سے کم نہیں ، کم نہیں ، کم نہیں

''حد ہوگئی، مطلب یہ تو حد ہی ہوگئی۔ ناظرین اس سے زیادہ مجھ میں نہ صبر ہے نہ برداشت، اگر دو منٹ بھی اور میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھی تو میرا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔ برین ہیمرج ہو جائے گا۔ اُف...... میرا سر......''

بی ایم نے اپنا سر تھام لیا۔

''پلیز ڈائریکٹر صاحب، کٹ کروایئے۔''

کیمرہ بند ہوا۔ بی ایم تنتناتے ہوئے اسٹیج سے اتری۔

''بس کر لیا تجربہ آپ نے؟ ہو گیا شوق پورا؟ مطلب، آخر آپ اپنی مرضی کر کے رہے۔ میں نے کہا

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

بھی تھا کہ جیسے چل رہا ہے یہ پروگرام ویسے ہی چلنے دیں۔ آپ کو پتا نہیں کیا سوجھی جوان لوگوں کو لا بٹھایا۔ سارے پروگرام کا ستیاناس کر کے رکھ دیا۔“

وہ ڈائریکٹر پر چلا رہی تھی۔

”میں نے تو سوچا، اس بار محنت نہیں کرنا پڑے گی۔ نہ اسکرپٹ لکھنا پڑے گا۔ نہ ہی ریہرسلز ہوں گی۔ کیا کم سرکھپائی کرنا ہوتی تھی ان کچے پکے اناڑی اداکاروں کے ساتھ۔ پہلی بار تو پبلک میں سے کسی کا فون آیا کہ وہ لوگ ہمارے پروگرام میں شرکت کرنا چاہتے ہیں، میں نے بھی شکر ادا کیا کہ ہمارے نام نہاد Reality Show (حقیقی) کی لاج رہ گئی۔ کوئی ایک پروگرام تو حقیقت پہ مبنی ہوگا۔“

”دیکھ لیا نتیجہ اس حقیقت پسندی کا۔ ’’پتاخہ‘‘ میں ہوں، دھماکے کرنا میرا کام ہے اور شرلیاں یہ لوگ چھوڑ رہے ہیں۔ پتہ نہیں کہاں سے ڈھونڈ ڈھانڈ کے میرے پرانے انٹرویوز پڑھ لیے اور میرا نام...... بس بہت ہو گیا اور کان کھول کے سن لیں آپ، اگر یہ پروگرام آن ایئر گیا تو میں باقی کے پروگرام ریکارڈ نہیں کراؤں گی۔“

وہ دھمکی دیتی ٹک ٹک ہیل بجاتی باہر نکل رہی تھی۔ ربیع پیچھے سے آواز لگانے سے باز نہ آیا۔

”اوہو، بتول مشتری آپاں جی تو ’’رس‘‘ گئی ہیں۔ مطلب ناراض ہو گئی ہیں۔ مطلب ’’کُٹی‘‘ کر کے چلی گئی ہیں۔

انہیں اس پروگرام کی ریکارڈنگ کروا کے آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو رہا تھا مگر اثرات اب تک باقی تھے۔ ربیع کو اب احساس ہو رہا تھا کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کی تھی مگر صرف پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا۔ گھر کے حالات تو نہیں سدھر سکتے تھے۔

حبیبہ کے اپنی ساس سے تعلقات سدا بہار خوشگوار تھے مگر ’’پتاخہ‘‘ کے ایک دھماکے نے دونوں کے تعلق میں چنگاریاں سلگا دی تھیں۔

لیلیٰ الگ ٹریجڈی کوئین بنی پھرتی۔

”لڑکی ہوں ناں، اس لیے۔“ ہر وقت اس قسم کی بڑبڑاہٹ جاری رہتی۔ ”اور ربیع لڑکا جو ہوا۔ کماؤ پوت، اسی کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اس کی بات درست قرار دی جائے گی چاہے وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو اور میں...... میں بے چاری کہنے کو اکلوتی بہن اور درگت کیسے بنتی ہے۔ ایسے ہوتے ہیں بھائی؟ ظالم، بے درد، ناانصاف اور جھگڑالو۔“

بیٹھے بیٹھے ٹسوے بہانے لگتی۔ ربیع نے ایک ہفتے سے اسے لے، لا کہہ کر نہیں پکارا تھا، اس کے باوجود وہ اس سے بات کرنے پہ تیار نہ تھی۔ بات کرنا تو درکنار وہ اسے دیکھتے ہی منہ پھیر لیتی۔

نعمان الگ سارے گھر سے بیزار نظر آ رہا تھا۔ وہ جسے سب کی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد بھی ڈھٹائی سے ہنستے رہنے کی عادت تھی۔ اب حد سے زیادہ حساس بلکہ زود رنج ہو گیا تھا۔ کوئی آپس میں بھی بات کر رہا ہوتو اسے لگتا اس کی برائی ہو رہی ہے۔

”اب کیا کیا ہے میں نے؟ صبح سے منہ تک نہیں کھولا۔ پھر کیوں برا بھلا کہہ رہے ہیں؟“

حد تو یہ کہ کوئی خاموش بیٹھا ہو تب بھی اسے لگتا کہ اس کے خلاف سازش کی جا رہی ہے۔ فوراً سر پہ سوار ہو جاتا۔

”میرا کوئی نہیں ہے مجھ سے کسی کو پیار نہیں ہے۔“

دادی اٹھتے بیٹھتے آہیں بھرتی رہتیں۔

”اچھا بے وقوف بنایا مجھ بڑھیا کو اتنے سالوں تک، میں اسے بیٹی جان کر اس سے ہمدردی جتاتی رہی یہ نہ پتا تھا کہ اس نے خود میاں کو سات سمندر پار روک رکھا ہے پیسے کے لالچ میں۔ میرا ممتا کا مارا دل اکلوتی اولاد کی شکل دیکھنے کو ترس رہا ہے۔ نجانے کب اوپر والے کا بلاوا آ جائے مگر وہ آئے تو کیسے آئے؟ بیوی کے خرچے اور فرمائشیں پوری کرے یا وطن واپس آ کر ماں کے کلیجے میں ٹھنڈ ڈالے۔ مزدوری کرنے والا گدھا بنا

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کے رکھ دیا ہے غریب کو۔"

حبیبہ کے کانوں تک یہ دل جلی باتیں پہنچتیں تو پہلے وہ ہاتھ میں پکڑی چیزیں اٹھا اٹھا کے پختیں پھر بے بسی سے رونے بیٹھ جاتیں۔

"یہ صلہ ملا ہے میری نیک نیتی اور اتنے برسوں کی بے لوث خدمت کا۔ بھلا کون عورت ایسا چاہے گی کہ وہ شوہر کے بغیر اور اس کے بچے باپ کے سائے کے بغیر پلیں، دل پہ پتھر رکھ کے میں نے ان کے ابا کو جانے کی اجازت دی تھی اور یہ کہہ رہی ہیں کہ......"

عجیب زہریلا ماحول ہو چکا تھا۔

ربیع کا تو دل چند منٹ میں گھر سے اُکتا جاتا۔ اسے شدت سے اپنے گھر کے وہ پرانے شب و روز یاد آتے جو کوئی بہت پرانے بھی نہ تھے۔ یہی کوئی ہفتہ پہلے تک اس میں اور لیلیٰ میں نوک جھونک ہوتی۔ تو تو میں میں بھی ہوتی۔ لیکن چند منٹ بعد سب کچھ نارمل ہوتا بلکہ وہ اپنی اس پیاری سی اکلوتی بہن سے پیار بھری لڑائی کو انجوائے بھی کرتا تھا۔

اور نعمان، وہ تو اس گھر کی رونق تھا۔ اس کے اونچی آواز میں گائے جانے والے بے سرے گیتوں سے وہ چڑا ضرور کرتے مگر یہی گانے اس کے گھر میں ہونے کا ثبوت ہوتے تھے۔ اب وہ گھر پہ ہوتا بھی تو پتا نہ چلتا۔ منہ سجائے چپ چاپ بیٹھا رہتا۔

امی اور دادی میں بھی سرد جنگ جاری تھی۔ آخر اس دن ربیع نے ان سب کا توڑ کرنا چاہا۔

"دادی! آٹھ بج گئے ہیں۔ "وہ" لگا دیا ہے۔ آ جائیں۔"

اس نے ٹی وی آن کرتے ہی با آواز بلند اعلان نشر کیا۔

"کیا "وہ"؟" وہ سر باندھے لیٹی تھیں۔ بڑی بیزار سی آواز میں پوچھا گیا۔

"وہی۔ وہ "پٹاخہ" والا۔" ربیع نے اشتیاق جگانا چاہا۔

"آج ہمارا پروگرام آنے والا ہے۔"

اس اطلاع پہ سب لاؤنج میں جمع ہونے لگے۔ آخر خود کو ٹی وی پہ دیکھنے کا شوق کسے نہیں ہوتا۔

"پٹاخہ میں ایک نئے سنسنی خیز موضوع کے ساتھ بی ایم آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔"

"یہ...... یہ اس دن والے ڈریس میں تو نہیں ہے۔"

لیلیٰ کی نظر اس معاملے میں بڑی تیز تھی۔ بی ایم کا محض کلوز شاٹ دیکھ کر ہی اس نے فوراً کہہ ڈالا۔

"پٹاخہ کا مقصد ہے، معاشرے میں ناسور کی طرح بڑھتی تلخیوں کو منظر عام پہ لانا۔ آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کرنا جس کے ذریعے آپ بغیر کسی جھجک اور خوف کے اپنے دل کی ہر بات کہہ سکتے ہیں۔ آج ہم نے یہ سنہری موقع دیا ہے مسٹر سرفراز، ان کی اہلیہ نغمہ سرفراز اور ان کی کزن جمیلہ کو۔ آیئے ہم یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو کیا شکایات ہیں۔"

"ہیں......؟ تو ہم کہاں گئے؟ ہمارا والا پروگرام، اس کا کیا بنا؟" سب حیران تھے سوائے ربیع کے۔

"وہ گیا سرد خانے میں۔" اس نے اطمینان سے صوفے پہ دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"اور یہ مقام حیرت نہیں، مقام شکر ہے۔ اللہ کا شکر ادا کیجئے کہ میں نے بی ایم کے وہ بخیے ادھیڑے کہ وہ پروڈیوسر کو ڈرا دھمکا کے یہ پروگرام رکوانے پہ مجبور ہو گئی ورنہ اگر یہ پروگرام نشر ہو جاتا تو سوچئے کیا ہوتا؟ کتنی بے عزتی ہوتی ہم سب کی۔ آپ لوگوں نے تو خود اپنا نام ڈبونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"میرا نام مت لو، تم جانتے ہو کہ مجھے تمہاری دادی کے طرز عمل نے بھڑکایا تھا۔ کیسے یہ اس بتول مشتری کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر میرے خلاف ہو گئی تھیں۔"

"ہاں، یہ دادی کی غلطی تھی لیکن آپ بات کو سنبھال بھی سکتی تھیں اور لیلیٰ تم...... نعمان تم، تم دونوں کو کیا ہوا تھا؟ میں کیا سمجھا کے لے گیا تھا سب کو؟ سب کچھ بھول گئے اور لگے ایک دوسرے کے خلاف بھڑاس نکالنے۔ خوب عزت اچھالی ہے اپنے خاندان کی۔"

وقار عظیم--پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"میں نے تو وہی کچھ کہا، جو تم نے کہا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ تمہارے سکھائے پڑھائے میں آ کر نہیں کہا تھا۔ وہ میرے دل کی آواز تھی۔ اس کے باوجود ساری غلطی میری گنوائی جا رہی ہے۔ دیکھ لو اپنی ماں کو۔ صاف کہہ رہی ہے کہ میں......"

دادی بات کرتے کرتے پھر رونے کی تیاری پکڑنے لگیں۔

"بس کیجئے۔ پلیز بس کیجئے۔ یہاں کوئی پٹاخے نہیں چلیں گے۔ میں گتھی سلجھانے بیٹھا ہوں، الجھانے نہیں اور یہی بات میں اس پروگرام میں جا کے عوام کو بتانا چاہتا تھا کہ اپنے مسائل "اپنوں" کے ساتھ شیئر کر کے ہی حل کیے جا سکتے ہیں، زمانے میں ڈھنڈورا پیٹنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں، اس ماڈرن بی جمالو کے دانت کھٹے کرنا چاہتا تھا۔ مجھے آپ کی اور امی کی محبت پہ اعتماد تھا۔ سوچا تھا، پہلے تو وہ ایک ساس کو بہو کی شکایت کرنے کے بجائے اس کی طرف داری میں بیٹے کو غلط ٹھہراتا دیکھ کے ہی حیرت زدہ ہو جائے گی۔ اچھے بھلے معزز لوگوں کو آپس میں بھڑانے کی کوشش میں اسے ناکام ہوتے دیکھنے کا کتنا مزا آئے گا اور ہوا کیا؟ سب الٹا ہو گا۔ اس نے ایک ہی جھٹکے میں آپ کی طرفداری کو رقابت داری میں بدل ڈالا۔ گئے تھے سب کو سدھارنے، الٹا اپنا بگاڑ کے آ گئے۔"

"اب کیا کریں۔" دادی کچھ کچھ شرمندہ نظر آئیں۔

"پٹاخن۔" باتیں ہی ایسی کرتی ہے۔"

"غلطی نہ امی کی ہے۔ نہ میری...... نہ لیلٰی کی اور نہ ہی نعمان کی۔ غلطی سراسر تمہاری ہے اس پروگرام میں جانے کا آئیڈیا تمہارا تھا۔" حبیبہ نے سارا قصور اس کے کھاتے میں ڈال دیا۔

"بہت اچھے......" ربیع نے سر ہلایا۔

"آئیڈیا ضرور میرا تھا مگر اس پہ ہنسی خوشی لبیک کرنے والے آپ سب تھے۔ میں کسی کو گن پوائنٹ پہ نہیں لے گیا تھا اور میں بتا چکا ہوں کہ میرا مقصد، میری نیت نیک تھی۔ میں ایک تو آپ سب پہ واضح کرنا چاہتا

تھا کہ یہ Reality Show (سچائی کا اظہار) درحقیقت ایک ڈھکوسلہ ہے۔ ابھی ہماری قوم اتنی دیدہ ور دلیر نہیں ہوئی کہ اپنی خامیوں، کمیوں اور برائیوں کے اشتہار لگواتی پھرے۔ البتہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت انہیں اس بات کی ترغیب ضرور جا رہی ہے اور ایسا کرنے والے ہیں چند مغرب پسند لوگ، جو مغرب کے گلے سڑے تعفن زدہ اصول ہمارے معاشرے پہ لاگو کرنا چاہتے ہیں۔ بے جھجک ہونے کے نعرے لگاتے ہیں۔ جبکہ ہماری تہذیب، ہمیں جھجک، حیا اور لحاظ کا سبق پڑھاتی ہے۔ ہمیں مروت اور رواداری کے اصول رٹائے گئے ہیں۔ گھر کی بات گھر کے اندر تک محدود رکھنا شرفاء کا طور رہا ہے۔ ہمارا معاشرہ اس چیز کا متحمل نہیں ہو سکتا جو یہ اپنے جھوٹے شوز میں دکھا رہے ہیں اور نہ ہمارا مذہب اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ایک دوسرے پہ یوں کیچڑ اچھالی جائے۔

اب یہی دیکھ لیجئے، اگر یہ حقیقت پہ مبنی پروگرام ہوتا تو آج ہماری ریکارڈنگ چل رہی ہوتی۔ لیکن ہمارے پروگرام میں وہ چٹپٹا پن نہیں پیدا ہو سکا جیسا یہ چاہتے تھے۔ اسی لیے یہ خود لکھا ہوا اور ترتیب دیا ہوا پروگرام چلایا جا رہا ہے۔ اب جس لڑکی پہ یہ الزام لگایا جا رہا ہے اسے میڈیکل کا اسٹوڈنٹ اور اچھے گھرانے کا بتایا گیا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو اس کے گھر والوں نے اسے اس پروگرام میں آنے کی اجازت کیسے دے دی۔ جس طرح اس کی کزن اس پہ رکیک الزامات لگا رہی ہے اس کے بعد کیا، یہ سر اٹھا کے کالج جا سکتی ہے؟

اور یہ شخص...... اتنے سکون سے بیوی کو اچھل اچھل کے الزام تراشی کرتے دیکھ رہا ہے کیا یہ اس عورت کو واپس اپنے گھر لے جانے پہ تیار ہو گا؟ نہیں...... کبھی بھی نہیں...... مگر نہ تو یہ لڑکی کسی میڈیکل کالج میں پڑھتی ہے نہ ہی یہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو مسائل یہاں ڈسکس کیے جاتے ہیں ان کا ہمارے معاشرے میں وجود ہی نہیں ہو گا۔ بالکل ہو گا مگر وہ مسائل ایسے نہیں جن کو مجمع لگا کر سلجھایا جا سکے۔ یقیناً آپس میں بات چیت سے، گلے شکوے کرنے سے دل کا میل دھلتا ہے۔ رنجشیں دور ہوتی ہیں۔ باتیں واضح ہو

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کر سامنے آتی ہیں۔لیکن اس کے لیے ثالث کا مخلص اور دونوں فریقین کا قریبی عزیز ہونا ضروری ہے۔نہ کہ

''پٹاخہ'' ہونا کچھ آیا سمجھ میں؟''

اس نے لمبا چوڑا لیکچر دے ڈالا۔

''کچھ نہیں...... بہت کچھ سمجھ میں آ گیا۔'' دادی نے آگے بڑھ کے ربیع کی بلائیں لے ڈالیں۔

''کیسا سیانا بچہ ہے میرا ربیع...... آخر کیوں نہ ہو، سیانی ماں کی تربیت ہے۔'' وہ پرانی ڈگر پہ آ گئیں تو

بھلا حبیبہ کیوں نہ راہ لگتیں۔

''خون کی تاثیر بھی تو ہے امی جان...... اور سب سے بڑھ کے آپ کی دعائیں۔''

''آخر بھائی کس کا ہے؟'' لیلیٰ نے فرضی کالر جھاڑے۔

''لے، لا کا۔'' ربیع کی زبان پھسلی۔مگر اس بار وہ گھور کر دیکھنے کے فوراً بعد کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

''اب کس بات پہ لڑائی ہو رہی ہے؟''

اچانک نعمان نے ایئر فون اتارتے ہوئے بے حد جلے بھنے انداز میں پوچھا۔

''لو کر لو گل...... اب اتنا لمبا لیکچر دوبارہ سے دینا پڑے گا اور وہ بھی ایک ابن کے لیے۔''

ربیع نے آہیں بھر بھر کے کہا۔

''میرے خلاف باتیں ہو رہی ہوں گی؟'' نعمان نے شاکی انداز میں قیاس ظاہر کیا۔

''ہاں ہاں، بالکل...... پوچھو گے نہیں، کیا سازش ہوئی ہے۔''

''کیا......؟'' لیلیٰ کے کہنے پہ اس نے منہ پھلا کے پوچھا۔

''پاپی چولو...... چولو...... چولو...... پاپی چولو......''

لیلیٰ اور ربیع کی آوازیں چھت پھاڑنے لگیں۔

☆☆☆

وقار عظیم۔۔پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام